بیاد پروفیسر سید منظر حسن دسنوی مرحوم
اور سید شکیل دسنوی مرحوم
شعر وادب کی صالح قدروں اور عصری رجحانات کا ترجمان

اشاعت کا سولہواں سال ۷۱ رواں شمارہ

سہ ماہی **ادبی محاذ** کٹک

ہمارے سرپرست
علامہ حضرت سید اولادِ رسول قدسی مصباحی (امریکہ)
جناب خادم رسول عینی (بھساول)
جناب محمد رفیق وارث مصباحی (جانسبرگ' جنوبی افریقہ)

مدیر اعلیٰ: سعید رحمانی
موبائل۔ 07978439220 (صرف SMS کے لیے)

مدیر	معاون مدیران	
سید نفیس دسنوی	سیّد نورالٰہی ناطق	عبدالمتین جامی
Mob:9437067585	Mob:9237427933	Mob-9938905926

منیجنگ ایڈیٹر
سمیع الحق شاکر موبائل 9861148800

کمپیوٹر کمپوزنگ:۔ یونس عاصم موبائل۔ 9090156995

مجلسِ مشاورت
ڈاکٹر اسلم حنیف' ظفر اقبال ظفر، شارق عدیل' غلام ربانی فدا' اشفاق نجمی' حیرت فرخ آبادی' شیخ منور حبیبی' شیخ قریش' ڈاکٹر معصوم شرقی' ڈاکٹر قمر الزماں' یوسف جمال' مولانا مطیع اللہ نازش' ارشد جمیل

قانونی مشیر: محمد فیض الدین خاں (ایڈوکیٹ' ہائی کورٹ)

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ
سعید رحمانی۔ دیوان بازار۔ پوسٹ۔ بخشی بازار، کٹک۔ 753001 (اڈیشا)
09437067585 (ضروری جانکاری کے لیے)
E-mail: adbimahaz@gmail.com
E-mail: Sayeedrahmani@gmail..com
Website: http//www.sayeedrahmani.blogspot.com

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے زرِ سالانہ: ۱۰۰ روپے
رجسٹری ڈاک سے زرِ سالانہ۔ ۲۰۰ روپے
خصوصی زرِ سالانہ: ۲۰۰ روپے بیرونِ ممالک: ۲۵ امریکی ڈالر
(چیک یا ڈرافٹ پر نام کی جگہ صرف Mohammed Sayeed لکھیں۔ پتہ نہ لکھیں۔ چیک کے ذریعہ زرِ سالانہ ۱۲۵ روپے ارسال کریں۔ بیرونِ ملک کے لئے ۳۰ امریکی ڈالر)
IndianOverseasBank-A/CNo.172201000001688
Name Of Account Holder:Mohammed Sayeed
IFSC Code-IOBA0001722-Branch-P.K.ParijaRoad,
OPP:Howarah Motors, Cuttack

پبلیشر و پرنٹر شیخ قریش نے پتّا پریس قاضی بازار سے چھپوا کر دفتر ادبی محاذ دیوان بازار کٹک۔ 753001 سے شائع کیا۔

یادوں کے جھروکے سے
سید شکیل دسنوی مرحوم

غزل

بہاریں بھی رخصت ہوئی تھک کے ہائے مگر تم نہ آئے مگر تم نہ آئے
مرے دل پہ چھائے خزاؤں کے سائے مگر تم نہ آئے مگر تم نہ آئے
تخیل کا ایواں' ہجومِ تمنا' مئے انتظار اور امیدوں کے ساغر
رہے منتظر رات محفل سجائے مگر تم نہ آئے مگر تم نہ آئے
یہ ٹھنڈی ہوائیں گل و برگ رقصاں' روش در روش جشنِ فصلِ بہاراں
نظاروں نے کیا کیا ستم دل پہ ڈھائے مگر تم نہ آئے مگر تم نہ آئے
وہ چپکے سے آئے پریشاں جو دیکھا تو ہنس کر کے ڈالیں مرے گرد باہیں
امیدوں نے کیا کیا نہ سپنے دکھائے مگر تم نہ آئے مگر تم نہ آئے
دیارِ تمنا سے اک دن چلے تھے اور اقلیمِ ہستی کی سرحد تک آئے
کیا ہم نے آخر کیا کیا نہ ہائے مگر تم نہ آئے مگر تم نہ آئے
یہ شامِ جدائی' یہ بجھتا ہوا دل' امیدوں کی باقی نہیں اک کرن بھی
ہوئے کتنے گہرے مرے دل کے سائے مگر تم نہ آئے مگر تم نہ آئے
ستاروں کی آنکھیں بھی بوجھل ہوئی ہیں' فضاؤں کو بھی نیند آنے لگی ہے
شکیلؔ اب بھی بیٹھا ہے آنکھیں بچھائے مگر تم نہ آئے مگر تم نہ آئے

بشکریہ
صادق علی انصاری۔ سیتاپور (یوپی)

ہمارے خصوصی معاونین

اپنی پنشن کی رقم سے ''اخبارِ اڑیسہ'' کا لگایا ہوا پودا اب اللہ کے فضل و کرم سے برگ و بار لا کر سہ ماہی ''ادبی محاذ'' کی صورت میں ارتقائی سفر طے کرنے لگا ہے۔میری تنہا ذاتی کوششوں سے شروع کیا ہوا یہ سفر اب 'لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا' کے مصداق ایک ادارے کی شکل اختیار کر گیا ہے جس میں مقامی احباب کے دامے درمے سخنے تعاون کے ساتھ ہی کل ہند اور عالمی سطح پر بھی محبان اردو نے اپنی طرف سے ایک ہزار سے پانچ ہزار تک کے عطیات دیے ہیں اور یہ سلسلہ تا حال جاری ہے۔ان میں سے بعض نے وقفے وقفے سے رقم بھیجتے رہنے کا وعدہ بھی کیا ہے۔تمام محبان اردو سے گزارش ہے کہ 'ادبی محاذ' کی خریداری قبول فرمائیں اور اس کی بقا کا ضامن بنیں۔

خصوصی معاونین کے اسمائے گرامی

الحاج محمد ایوب خاں	بھوبنیشور
الحاج سیّد عطا محی الدین	بھدرک
الحاج سیّد ڈاکٹر مشتاق علی	کٹک
الحاج مولوی سیّد نذیرالدین صدیقی (ایڈوکیٹ) کٹک	
جناب محمد شاہنواز	بھوبنیشور
جناب عبدالمجید فیضی	سمبل پور
جناب ایم اے احد	بھوبنیشور
جناب محمد اسلم غازی	ممبئی
ڈاکٹر محمد قمرالدین خاں	کٹک
جناب ایس این شیخ	ممبئی
مولوی محمد مطیع اللہ نازش	کٹک
جناب شیخ منور احمد حبیبی	دھام نگر (اڑیسہ)
جناب محب الرحمٰن وفا	یوڈا،مہاراشٹر
جناب وکیل نجیب	ناگپور
جناب سیّد محمود رضی الدین	راجستھان
جناب اقبال سلیم۔	بنگلور
جناب ایم حمیدالدین ناز	بیدر
پالوجی ڈاکٹر جاوید حسین	ممبئی

مس انجم ممتاز سلطانہ	بیدر
جناب رفیق شاہین	علی گڑھ
جناب سمیع الحق شاکر	کٹک
ڈاکٹر سید مجیب الرحمٰن بزمی	رانچی
ڈاکٹر جمال الدین احمد	بھوبنیشور
ڈاکٹر کرشن بھاوک	پٹیالہ
سید فرید منظر حسن	کٹک
ڈاکٹر وصی مکرانی واجدی	نیپال
ڈاکٹر قمرالزماں	دھنباد
مولانا پھول محمد نعمت رضوی	مظفر پور (بہار)
جناب ارشد قمر	ڈالٹن گنج
ڈاکٹر ملکہ خورشید	لکھنؤ
حاجی اختر حسین	بیل پہاڑ۔جھارسوگڈا
جناب جمال قدوسی	سدھارتھ نگر (یوپی)
جناب شمس الحق شمس (ایڈوکیٹ)	دیوپور (کٹک)
ابوالکمال ظفر احمد (ایڈوکیٹ)	بالیسر
جناب ارشد جمیل	کٹک
جناب شیخ بشیر احمد	کشمیر

جناب نظام مجھولیاوی	مظفر پور (بہار)
جناب رمیش پرساد کنول	پٹنہ
جناب اسحاق عابد	چنئی
ڈاکٹر مختار شمیم	بھوپال
ابرار نغمی	رائسین (ایم پی)
بانو مہر سلطانہ بنت حمیدالدین	بیدر (کرناٹک)
جناب جاوید ندیم	ممبئی
جناب فیروز احمد سیفی	نیویارک (امریکہ)
پروفیسر سید محمد استخارالدین	بجنور (یوپی)
الحاج سید عطا محی الدین	بھوبنیشور
جناب سید اولادِ رسول قدسی	امریکہ
جناب سید خادمِ رسول عینی	بھساول
سبطین پروانہ	کٹیہار (بہار)
محسن عظیم انصاری	لکھنؤ (یوپی)

قلمکاروں سے گزارش

اپنی تخلیقات ان پیج میں ٹائپ کر کے ای۔میل سے ارسال کریں تو ترجیحی بنیاد پر شائع ہوں گی۔اگر اس کی سہولت نہیں تو پھر ڈاک سے بھیجیں (ادارہ)

ادبی محاذ کے گوشے

ادبی محاذ میں شاعروں اور ادیبوں کے متعدد گوشے اب تک شایع ہو کر اہلِ ادب سے خراج حاصل کر چکے ہیں۔ضمیمے کے طور پر ایک شمارہ بشیر احمد بشیر نمبر کی صورت میں منظرِ عام پر آنے والا ہے۔موصوف کشمیر کے ایک معروف اور کہنہ مشق شاعر ہیں،جن کی شاعری فکری طہارت،دینی رجحات اور عصری حسیت کی آئینہ دار ہوتی ہے۔

آپ کے گوشے کے لیے بھی ادبی محاذ کے صفحات حاضر ہیں۔تفصیل کے لیے اس فون نمبر پر رابطہ کریں۔نمبر ہے:09437067585

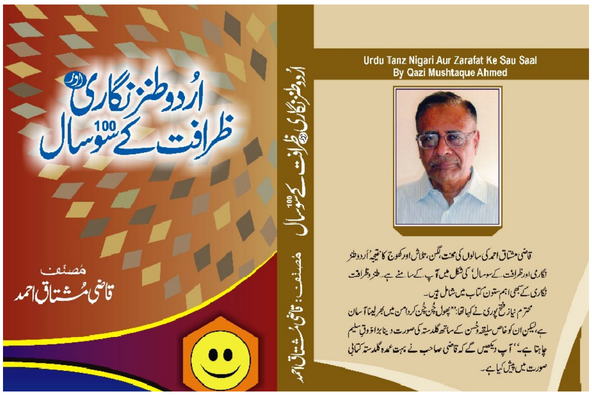

اس شمارے میں

ہمارے سرپرست — حضرت علامہ سیداولادِرسول قدسؔی (نیویارک، امریکہ)

ہمارے سرپرست — جناب سیدخادمِ رسول عینؔی (بھساول (انڈیا)

ہمارے سرپرست — جناب رفیق وارث مصباحی (جنوبی افریقہ)

محاذِ اول:

7۔ توپھراردوکامرثیہ کون لکھےگا (دوسری قسط)....قاضی مشتاق احمد

محاذثانی:

8۔ ترجمہ نگاری کافن — سیدنفیس دسنوی

حمد ونعت

9۔ عبدالمجید فیضؔی، شاخ انور، سلیم انصاری، انیس منیری، سیدمحمدنورالحسن نوابی عزیزی،

10۔ نعمت رضوی، عبدالحئ پیام انصاری، مناظراحسن رضوی، حمیدعکسی، عظمت علی عظمت، شفیق رائے پوری

11۔ گوشۂ احباب

منظومات

12۔ ڈاکٹرقطب سرشار، علیم صبانویدی، ڈاکٹرنسیم اختر، منیرارمان نسیمی

13۔ رمیش تنہا، محمدباعشن مغموم، مطیع اللہ نازشؔ

مضامین

14۔ **سلیم انصاری کاشعری مجموعہ....** — ڈاکٹراحسان عالم

15۔ مشترکہ تہذیب اردو. — پروفیسرکرامت علی کرامت

16۔ اظہرنیراوران کی غزلیہ شاعری — محسن باعشن حسرت

17۔ حرفِ چند — ڈاکٹرعلی عباس امید

19۔ اردومعاصردورکےحوالےسے۔ — بےنام گیلانی

21۔ سیدخادم رسول عینی سے گفتگو — جبیں نازاں

25۔ جادوشاعری کا (طنزومزاح) — منظورپروانہ

26۔ منقبت درشان اعلیٰ حضرت — محمدطفیل احمدحافظ

26۔ غزل — ڈاکٹرقمرالزماں

غزلیات

27۔ فیضی سمبلپوری، ڈاکٹرقطب سرشار، انجینئرعزیزتنویرکوٹوی، سلیم انصاری، ادھومہاجن بسمل، رمیش تنہا

28۔ پروفیسرایم اےانصاری، ڈاکٹرعلی عباس امید، محسن باعشن حسرت، ڈاکٹرنسیم اختر، رفیق عثمانی، عظیم انصاری

29۔ مرغوب اثرفاطمی، مومن خاں شوق، قربان آتش، عظمت علی عظمت، مفتاح اعظمی، قاضی انصار

30۔ قدیراحمدقدیر، شکیل سہسرامی، ڈاکٹرفرحانہ تبسم، اسرارنسیمی، حمیدعکسؔی، کےانیس اظہر

افسانے

31۔ چمچےاسٹیل کے — حنیف سید

33۔ منظوم تاثرات — احمدعلی برق اعظمی

34۔ قیمت — ندیم راعی

36۔ دواسےدعاتک — نورشاہؔ

36۔ ایک غزل — لاریبؔ عباس

37۔ وار — محمدطارق

38۔ ایک غزل — عبدالسلام کوثرؔ

39۔ بھیگےاشکوں کی بازگشت — ڈاکٹرظہیرآفاق

40۔ افسانچے — محمدطارق اسلم

41۔ غزل — ڈاکٹروصی مکرانی واجدی

42۔ افسانچے — ڈاکٹرجاویدحسین پالوجی شارب

غزلیات

43۔ بشیراحمدبشیر، ڈاکٹرسیدمجیب الرحمٰن بزمؔی، صابرکاغذنگری، ارشدمینانگری، ڈاکٹرمسعودجعفری، عبدالحئ پیام انصاری

44۔ مجیب اللہ خاں پروازؔ، ارشدقمر، سبطین پروانہ، شمس الحق شمسؔ، ایڈوکیٹ اجمل محسن، سراج زیبائؔی

45۔ نعمت رضوی، بےنام گیلانی، ارشددیوان، غلام سرورہاشمی، محمدممتازشعور، شبیرساجد

46۔ اےعالم، محمدتمیم باسم صدیقی، عارف محمدعارف، شاہنوازانصاری، جبیں نازاں، محمدفرقان فیضی

47۔ کتابوں کےشہرمیں (تبصرے)

مبصرین: سعیدرحمانی، شارق ریاض

52۔ دوہے — حبیب راحت حبابؔ

52۔ ساجداثرمرحوم کی نذر — پروفیسرکرامت علی کرامتؔ

53۔ طرحی مشاعرہ

55۔ ادب پیما (ادبی وثقافتی خبریں)

56۔ متفرقات

علامہ حضرت سید اولادِ رسول قدسی مصباحی (امریکہ)
سر پرست ادبی محاذ

نعتِ پاک

ہو جایے جس پہ شاہ کا فیضان ایک بار
صدیوں کا فیض ہے وہی اک آن ایک بار

رحمت کی چاندنی سے ہے سرشار اس کا بخت
ان پہ ہوا نثار جو انسان ایک بار

کردوں گا میں نثار خردؔ جان و دل سبھی
کاش آئیں گھر پہ بن کے وہ مہمان ایک بار

سوتے کرم کے پھوٹ پڑیں گے ترے لیے
جا مانگ ان سے مانگ مری مان ایک بار

راہِ سلوک راہ میں اس کی سمٹ گئی
جیتا ہے جس نے عشق کا میدان ایک بار

سب کچھ لٹا دیا ہے صحابہ نے آن میں
سن کر رسولِ پاک کا فرمان ایک بار

چشمِ زدن میں بہہ گئے ایوانِ کفر و شرک
آیا تھا رب کے نور کا سیلان ایک بار

اس کو ہلا سکیں نہ مظالم کی آندھیاں
پالی ہے جس نے لذتِ ایمان ایک بار

قدموں پہ تیرے ساری خدائی جھکے گی پھر
ہوجایے گر تو دل سے مسلمان ایک بار

آنکھوں سے کر مشاہدہ روشن نصیب کا
جھک کر درِ رسول پہ نادان ایک بار

تم کو ملے گی عشقِ شہہِ دیں کی چاشنی
پڑھیے ذرا یہ قدسیؔ کا دیوان ایک بار

نعتِ پاک

راہِ حق پر جو شخص چل نہ سکا
اپنی منزل پہ وہ سنبھل نہ سکا

لوحِ محفوظ کی اٹل تحریر
جز نبی کے کوئی بدل نہ سکا

ان کے غم نے دیا ہے مجھ کو قرار
عیش و عشرت سے میں بہل نہ سکا

ان کی رحمت تھی ساتھ ساتھ مرے
میں کبھی دین سے پھسل نہ سکا

ظلم نے آگ میں مجھے ڈالا
ان کا فیضان تھا میں جل نہ سکا

جس نے اک بار جامِ عشق پیا
قید سے ان کی وہ نکل نہ سکا

دستِ رحمت تھا ان کا سر پہ مرے
مکر باطل کا مجھ پہ چل نہ سکا

جو زباں سے کہا وہ ہو کے رہا
حکم ان کا کبھی بھی ٹل نہ سکا

کس قدر کم نصیب ہوگا وہ
نام پر ان کے جو مچل نہ سکا

ہے یہ اس کے ہی ظرف کی تنگی
ان کے ٹکڑوں پہ جو بھی پل نہ سکا

یوں مگن تھا میں ان کی یادوں میں
شور و غوغا سے میں دہل نہ سکا

ہوگا کم ظرف در کی پا کے دھول
قدسیؔ آنکھوں سے گر تو مل نہ سکا

غزل

سنگ شیشے سے مل کر ہوا باغ باغ
چشمِ حیرت ہوئی پُر ضیا باغ باغ

بے رخی کی نظر سے ملا کر نظر
ہوگئی میری طرزِ وفا باغ باغ

کیسے پہنچے کوئی اس کی تہہ تک بھلا
اوڑھ کر ہے جو غم کی ردا باغ باغ

میں تو غلطاں تھا سوچوں کی پاتال میں
یک بیک کر گئی اک صدا باغ باغ

اس کے قدموں کی آہٹ کے سر تال پر
ہو گئی باغِ دل کی ہوا باغ باغ

تھی نظر جس کی چاہت کے زیرِ نگیں
کیسے کرتی نہ اس کی ادا باغ باغ

جانے کیا خاص پیغام لائی ہے یہ
آج لگتی ہے بے حد صبا باغ باغ

دستِ جور و جفا کی حوالات میں
رہ نہ پایے گا رنگِ حنا باغ باغ

پیکرِ رشک قدسیؔ ہے اس کی حیات
آیا روتا ہوا اور گیا باغ باغ

غزل

درد کی مکڑی کی یہ حرکت ہے خاص
رکھنا الجھا کر سدا عادت ہے خاص

لائقِ مدحت ہے بارش کا عمل
سب کو دینا فائدہ فطرت ہے خاص

کار فرما گر ہو جذبہ شکر کا
زیست کے نیموں کی بھی لذت ہے خاص

جس کی کوتاہی سے نالاں سب رہے
اس کو دفتر سے ملی رخصت ہے خاص

ہر نظر میں عام ہے صورت کا حسن
باغِ سیرت کی مگر زینت ہے خاص

گوہرِ نایاب کی تنویر میں
قطرۂ ناچیز کی محنت ہے خاص

دو جہاں کے واسطے ان کا وجود
خالقِ کونین کی نعمت ہے خاص

خوش نصیبوں کو فقط ملتی ہے یہ
یاسمینِ ہجر کی نسبت ہے خاص

ان سے چاہت کی سند مل جایے کاش
بس یہی قدسیؔ کی اک حسرت ہے خاص

جنابِ سید خادمِ رسول عینؔی (بھساول۔ جلگاؤں)

سرپرست ادبی محاذ

مستقل پتہ: خانقاہِ قدوسیہ۔ قدوسی نگر۔ مرزا پور۔ بھدرک (اڈیشا)

نعتِ پاک

سایہ افگن ہے مرے سر پہ جو راحت کا فلک
نعمتِ رب ہے یہ سرکار کی رحمت کا فلک

غیر بھی مانتے ہیں ان کو امین و صادق
اتنا روشن ہے شہہِ دیں کی شرافت کا فلک

ورفعنا لک ذکرک سے ہوا یہ ظاہر
دائمی ہے شہہِ کونین کی رفعت کا فلک

ضوفشاں کیوں نہ ہوں تقدیر کے یہ طول و عرض
جب معاون ہے مرا ان کی عنایت کا فلک

سارے نبیوں کی فضیلت ہے مسلم لیکن
سب سے اونچا ہے شہہِ دیں کی فضیلت کا فلک

قدِ عظمت کوئی بو بکر کا کیا ناپ سکے
جب ہے حاصل انھیں آقا کی رفاقت کا فلک

معجزہ سرورِ کونین کے ہیں خواجہ معین
ضوفشاں ہند میں ہے ان کی کرامت کا فلک

غزوۂ بدر میں کھٹے ہوئے دشمن کے دانت
اترا یوں عینؔی فرشتوں کی حمایت کا فلک

نعتِ پاک

ہے یہ عقیدہ اپنا دلیلِ حسن کے ساتھ
سالم رسولِ پاک ہیں روح و بدن کے ساتھ

فن کے تصورات میں ہر دم حبیب ہیں
کوئی شریک ہو نہ کبھی میرے فن کے ساتھ

ہے گرچہ جسم ہند میں، ہے روح طیبہ میں
اس طرح ہے لگاؤ نبی کے وطن کے ساتھ

مس کر کے ہاتھ آئی ہے ان کے دیار کو
بادِ صبا چلی ہے بڑے بانکپن کے ساتھ

اصحابِ مصطفائے گرامی خلیق تھے
صحبت یوں لاجواب تھی شیریں دہن کے ساتھ

فرحاں ہے اس تصورِ اقدس سے میرا دل
رہتی ہے زلفِ یار سدا میرے من کے ساتھ

گلزارِ یادِ سیدِ کونین میں ہوں شاد
میں کیوں رہوں زمانے کے مغموم بن کے ساتھ

اس کے علاوہ اور ہیں اعمال کیا مرے
رکھ دینا میری نعت کو میرے کفن کے ساتھ

گزرے ہیں شاہِ کون و مکاں آسمان سے
اس واسطے لگاؤ ہے اپنا گگن کے ساتھ

نورِ رسولِ ربِ دوعالم کا فیض ہے
ہر روز اُگ رہا ہے جو سورج کرن کے ساتھ

صدیق کا یہ فعل تھا نیکی میں بے مثال
ہجرت کو جا رہے تھے وہ شاہِ زمن کے ساتھ

حسنین گل ہیں منفرد اس کائنات میں
وہ منسلک ہیں شاہِ زمن کے چمن کے ساتھ

سُستی کریں نہ ہم کبھی قرآن نے کہا
ہر کام زیست میں کریں ہر دم محن کے ساتھ

سرکار کے عرق کی ہیں یہ سب نوازشات
خوشبوئیں منسلک ہیں جو عینؔی چمن کے ساتھ

غزل

دشتِ غم میں جو تبسم کا شجر ہوتا ہے
اس کی شاخوں پہ خزاں میں بھی ثمر ہوتا ہے

ان کی فرقت میں بھی مسرور سدا رہتا ہوں
درد میں کیف نہیں پھر بھی مگر ہوتا ہے

جو بناتا ہے تسلسل سے عزائم کا محل
ہیچ اس کے لیے ظلمت کا کھنڈر ہوتا ہے

وصل کی چھاؤں سے وہ ہم کو نوازیں گے کب
ہجر کی دھوپ میں لمحوں کا بسر ہوتا ہے

مسکرائیں وہ تو دندان سے موتی برسیں
ان کے چہرے میں عجب نورِ قمر ہوتا ہے

اس کو مل جاتی ہے منزل بڑی آسانی سے
یادِ محبوب میں جو محوِ سفر ہوتا ہے

جس کے دل میں ہے فقط خوف خدا کا عینؔی
رحمتِ رب کا وہ منظورِ نظر ہوتا ہے

غزل

تعصب کو ڈھانے کے دن آ رہے ہیں
اخوت بڑھانے کے دن آ رہے ہیں

یہ کہتی ہے غیرت کہ عزت کی خاطر
سبھی کچھ لٹانے کے دن آ رہے ہیں

یہ سرگوشیاں کر رہے ہیں پرندے
چمن کو سجانے کے دن آ رہے ہیں

اداسی کی زلفیں بڑھی جا رہی ہیں
انھیں اب کٹانے کے دن آ رہے ہیں

ترے وصل نے دی فضا فرحتوں کی
غمِ دل کے جانے کے دن آ رہے ہیں

مہک اٹھے روحِ چمن جس کے دم سے
وہی گل کھلانے کے دن آ رہے ہیں

نہیں ڈگمگائیں گے جس کے اثر سے
وہ جام اب پلانے کے دن آ رہے ہیں

جوانی کٹی عیش و عشرت میں اپنی
اب آنسو بہانے کے دن آ رہے ہیں

بہت خوابِ غفلت میں ہے قوم عینؔی
اسے اب جگانے کے دن آ رہے ہیں

علامہ رفیق وارث مصباحی (جوہانسبرگ جنوبی افریقہ)
سرپرست ادبی محاذ

نعتِ پاک

اے جہاں کرلے وضوان کی ثنا سے پہلے
جن کی تخلیق ہوئی ارض وسما سے پہلے

بعثتِ رحمتِ عالم کی ردا سے پہلے
دہر تھا ٹوٹا ہوا دھاگہ قبا سے پہلے

چھاگئیں ان کی شفاعت کی گھٹائیں ہرسو
حشر میں زلفِ پیمبر کی ہوا سے پہلے

خاکِ طیبہ سے وہی کرتے ہیں ہرغم کا علاج
جو شفا کے ہیں تمنائی دوا سے پہلے

رحمتیں ان کی یہ کہتی ہیں گنہ گاروں سے
آؤ دامن میں مرے رب کی سزا سے پہلے

جن کو قربِ شہہِ عالم کا شرف ہے حاصل
پوری ہوتی ہے دعا ان کی دعا سے پہلے

ان کی آمد ہو مری قبر میں جب بارِ الہ
دے معافی مجھے آقا کی لقا سے پہلے

کیوں نہ قرباں میں رہوں ان کے کرم پر وارثؔ
سنتے ہیں درد وہی حرفِ ندا سے پہلے

نعتِ پاک

جو آبِ ذکر سے دل مشکبار کرتے ہیں
وہ باغِ بخت کو رشکِ بہار کرتے ہیں

نبی کے دین پہ جو جاں نثار کرتے ہیں
سعادتوں سے ہمیشہ وہ پیار کرتے ہیں

زمینِ امن کو دہشت سے جس نے ریزہ کیا
ہم اس پہ قلب کی آہوں سے وار کرتے ہیں

حسینی عزم ملے اور تیغ خالد سی
یہ التجا رہِ حق کے سوار کرتے ہیں

جمے بھی گرد گناہوں کی کس طرح دل میں
کرم سے آپ ہمیں بے غبار کرتے ہیں

سجا کے شوقِ لقا بسترِ شہادت پر
غلام آپ کے یوں انتظار کرتے ہیں

جہانِ کفر پہ ایماں کی فتح و نصرت ہو
یہ عرض آپ سے ہم اشکبار کرتے ہیں

ہے ظلم زور پہ مہدی کو بھیج دے مولیٰ
امامِ عدل کا ہم انتظار کرتے ہیں

نگاہِ لطف ہو سرکار اپنے وارثؔ پر
گدا کو در سے کہاں آپ خوار کرتے ہیں

غزل

جس کی فطرت میں تکبر کا اثر ہوتا ہے
لشکرِ شر کا وہ محبوبِ نظر ہوتا ہے

جس نے سینے میں لگایے ہیں حسد کے پودے
اس کا ہر لمحہ اذیت میں بسر ہوتا ہے

تجربہ سیپ کا کہتا ہے گہر سے ہنس کر
درد میں کیف نہیں پھر بھی مگر ہوتا ہے

آہی جائیں گے کسی روز وہ رحمت بن کر
رشتہ گہرا ہو تو آہوں کا اثر ہوتا ہے

ظلمتِ شب سے یہ کہتی ہے ستاروں کی ضیا
آج کل غم کی فضاؤں میں سفر ہوتا ہے

جس نے اخلاص کے پانی سے عمل کو سینچا
قلب پر اس کے صداقت کا شجر ہوتا ہے

شیشۂ حسن کا میں کیسے تقرب پاؤں
جب کہ حائل مری راہوں میں حجر ہوتا ہے

سوکھے پیڑوں کی نصیحت سے یہی درس ملا
ڈال میں عزمِ جنوں ہو تو ثمر ہوتا ہے

فوجِ گل دیتی ہے اس کو ہی سلامی وارثؔ
جسمِ پُرخار سے جو سینہ سپر ہوتا ہے

غزل

کہہ رہا ہے یہ کساں اب غم کا گھر دیکھے گا کون
پیٹ ہے اندھا تو روٹی کا جگر دیکھے گا کون

گر پڑے ہیں سنتے ہی یہ درد کے چھپر تمام
مال وزر کی بھیڑ میں غربت کا در دیکھے گا کون

اٹھ تو خود ہی عزمِ نو سے راہ منزل کی نکال
پُرخطر اس دشت میں تیرا سفر دیکھے گا کون

موج میں غوطہ زنی کر اور سمندر کو کھنگال
ماسوا تیرے صدف میں پھر گہر دیکھے گا کون

علم کے پودوں کو حاجت ہے عمل کے آب کی
گر یہ شاخیں سوکھ جائیں تو ثمر دیکھے گا کون

رات کے ماتھے پہ دن کے مہر کا یہ سرخ رنگ؟
ہو نمائش ایسی تو حسنِ قمر دیکھے گا کون

بوڑھا برگد کہہ رہا تھا کل یہ اپنی ڈال سے
جب ہو سایہ خود غرض تو پھر شجر دیکھے گا کون

جلوہ گاہِ نور بن جا آئینوں کے شہر میں
اندھے شیشوں میں ترا تاباں اثر دیکھے گا کون

آج ہی موقع ہے شب کو چیر کر روشن بنا
کیا پتہ کیا ہوگا وارثؔ کل سحر دیکھے گا کون

قاضی مشتاق احمد
پونے

...........تو پھر اردو کا مرثیہ کون لکھے گا؟

(دوسری قسط)

سوال۔ کیا اردو کا چہرہ مسخ ہو رہا ہے، کیا اردو کی شکل بگڑ رہی ہے؟

جواب۔ ٹیلی ویژن کے بعض چینلز غلط لب و لہجے کا استعمال کر کے اس زبان کی شیرینی میں نیم کا رس گھول رہے ہیں لیکن کسی خوبصورت چہرے کو مسخ کرنا ممکن نہیں۔ ہاں اگر کوئی تیزاب ڈال کر مسخ کرنے کی کوشش کرے تو یہ اور بات ہے۔ تیزاب ''لسانی تعصب'' کا بھی ہو سکتا ہے۔

سوال۔ اردو کا مستقبل کیا ہے؟

جواب۔ تشویشناک، کیونکہ خود اردو والے اپنی زبان کے فروغ و بقا سے بہت کم دل چسپی لے رہے ہیں۔ بے مقصد سیمنار، غیر معیاری مذاکرے، فضول کی بحث اور جوتم پیزار نے اردو والوں کو غیر اردو طبقے میں مذاق کا موضوع بنا دیا ہے۔ اردو اخبار، رسائل اور کتابیں چھپتی تو ہیں مگر کوئی خریدار نہیں۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق جب گزشتہ پچاس سال میں اردو بولنے والوں کی تعداد ۹ کروڑ ۱۵ لاکھ ۳۵ ہزار ۱۱۱ گیارہ ہو گئی ہے تو پھر کیا بات ہے کہ ہماری زبان کے اخبارات، رسائل اور کتابوں کی تعداد سکڑ کر ۲۵۰ تا ۵۰۰ کیوں ہو گئی۔ برقی میڈیا کی یلغار کا رونا فضول ہے۔ کتنے فیصد اردو والے اس کا استعمال کرتے ہیں۔ اور کیا وجہ ہے کہ علاقائی زبانوں کے اخبارات و رسائل کی تعدادِ اشاعت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے جبکہ اردو اخبارات و رسائل یکے بعد دیگرے بند ہو رہے ہیں۔ (شب خون، شمع، بانو، کھلونا، روبی وغیرہ اب شائع نہیں ہوتے)

سوال۔ زبان کی سطح پر جو بگاڑ پیدا ہو رہا ہے، اس کے روکنے کے لئے کون سی ترکیبیں استعمال کی جا سکتی ہیں؟

جواب۔ بین الاقوامی یومِ مادری زبان ہر سال ۲۱ فروری کو منایا جاتا ہے۔ اردو ہماری مادری زبان ہے۔ ایک مفکر کا قول ہے کہ ''ہر زبان عمارتوں کا ایک شہر ہوتی ہے جس کا معیار ہر شہری ہوتا ہے''۔ جہاں تک اردو والوں کا تعلق ہے چند تعلیمی اداروں کے رسمی پروگراموں کے علاوہ ابھی تک ہمارے یہاں یومِ مادری زبان منانے کا ماحول نہیں بنا ہے۔ اس دن کا استعمال زبان کی سطح پر جو بگاڑ ہو رہا ہے، اس کو روکنے کے لئے کیا جا سکتا ہے۔ برقی میڈیا کی وجہ سے جو ایک نئی اردو عالم وجود میں آئی ہے اسے ''ای اردو'' کہتے ہیں۔ یہ ایک سنہرا جال ہے جو اردو زبان کو گھیرنے کے لئے پھیلایا گیا ہے۔ اس میں جبان (زبان) جادتی (زیادتی) جمین (زمین) اجاجت (اجازت) جیسے الفاظ دھڑلے سے استعمال کیے جا رہے ہیں۔ خصوصاً دیہی علاقوں میں غیر اردو معاشرے میں زبان کا یہ بے لگام وائرس پھیلتا جا رہا ہے۔ اگر ابتدائی سطح سے ہی خصوصاً اردو پڑھانے والے اساتذہ اس پر توجہ دیں تو اس بگاڑ کو روکا جا سکتا ہے۔ صوفیائے کرام کے مزاروں، درگاہوں، خانقاہوں، درسگاہوں اور مساجد میں جو سائن بورڈ اردو میں لکھے جاتے تھے اب وہاں بھی دیوناگری آ گئی ہے۔ کیا اس علاقے میں کوئی اردو والا صحیح رسم الخط کے ساتھ اردو اعلانات، اوقاتِ نماز و چندہ کی تفصیلات سائن بورڈ پر لکھنے کے لئے تھوڑا سا وقت بھی نہیں نکال سکتا۔ اردو صحافت کا المیہ یہ ہے کہ اس مقدس پیشے میں بڑی تعداد میں بہت ہی کم پڑھے لکھے لوگ گھس آئے ہیں جو ''لنگوٹی چھاپ'' اخبارات و رسائل نکال کر زبان کو بگاڑ رہے ہیں۔ پڑھے لکھے ڈگری یافتہ میں بیشتر تو ادب و زبان کے معاملے میں لاتعلق ہوتے ہیں۔ اور جو تھوڑا بہت عمل دخل رکھتے ہیں انہیں اردو زبان میں کوئی خوبی نظر نہیں آتی۔

سوال۔ کیا اردو کے ادارے و تنظیمیں زبان سے زیادہ ادب پر توجہ دے رہے ہیں اور زبان سے متعلق کتابوں کی اشاعت تقریباً رک سی گئی ہے؟

جواب۔ یہ تو قومی کونسل اور چند اکاڈمیوں کا کرم ہے کہ ادب پر اچھی کتابیں ان کی مالی اعانت سے شائع ہو رہی ہیں۔ لیکن وہ محض لائبریریوں کی زینت بن کر رہ جاتی ہیں۔ اردو ادب کے پیشہ ور ناقدین ذہنی طور پر مغربی ادبیات سے متاثر ہیں۔ اس لئے وہ نہ تو ان کتابوں کو خود پڑھتے ہیں اور نہ اپنے طالب علموں کو ''ہندوستانی'' کتابیں پڑھنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ اس سے ہماری زبان کا ادبی اثاثہ قارئین تک نہیں پہنچ رہا ہے۔ بعض لائبریری والے کتابیں خریدنے کے لئے کلاس فور حضرات کو بھیجتے ہیں جنہیں ادب سے نہیں ''کمیشن'' سے دلچسپی ہوتی ہے۔ اس لئے غیر سرکاری ایجنسیوں نے اردو زبان سے متعلق کتابوں کی اشاعت قریباً بند کر دی ہے۔

سوال۔ کیا کلاسیکیت و جدیدیت وغیرہ پر گفتگو سے زبان کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے؟

جواب۔ بشرطیکہ یہ گفتگو سنجیدہ طبقے میں ہو عوامی طور پر ہونے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ سطحی ذہنیت والے عموماً ہلکی پھلکی باتوں میں دل چسپی رکھتے ہیں۔ (جاری)

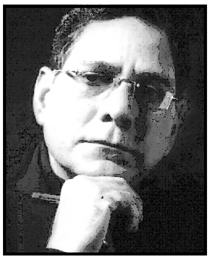

سید نفیس دسنوی
Plot No:1481/B,Sector-6.C.D.A
Bidanasi.Cuttack-753014(Odisha)
Mob-9437067585

محاذِ ثانی

ترجمہ نگاری کا فن

ترجمہ نگاری کا فن ایک ایسے دریچے کی مانند ہے جس سے دیگر زبان وادب کی گہرائیوں میں جھانکنے کا موقع ملتا ہے اور دوسری تہذیب وتمدن سے شناسائی بھی ہوتی ہے۔اس سے مختلف قوموں کے درمیان رابطے کی راہیں کشادہ ہوتی ہیں۔بقول ڈاکٹر عزیز اللہ شیرانی ''چراغ سے چراغ جلتا ہے'' یہ مقولہ انسانی زندگی کے ہر شعبہ پر صادق آتا ہے چنانچہ ابتدائے آفرینش سے اب تک انسانی سماج نے جو ترقی کی ہے وہ اپنے ارضی خطوں میں محدود رہ کر نہیں کی بلکہ ایک خطے کے لوگوں کے طرزِ زندگی، رہن سہن، لباس، ادب، تہذیب، عقائد اور نظریات کے اثرات دوسرے خطے والوں نے قبول کیے ہیں۔اور اسی لین دین نے آج مختلف خطوں اور ملکوں کے لوگوں کو اپنی انفرادیت رکھتے ہوئے ایک دوسرے کے قریب تر لانے کی کوشش کی ہے۔خصوصاً علوم اور سائنس کے شعبوں میں اس عمل کا زیادہ دخل رہا ہے۔آج یوروپ اور ایشیا نے سائنس کے میدان میں جو ترقی کی ہے وہ ترقی ایک دوسرے کے تجربات سے استفادہ کا نتیجہ ہے اور یہی کیفیت لسانیات اور ادبیات میں نظر آتی ہے۔مختلف زبانوں کے ادبیات اور علوم وفنون کے جواہر پارے تراجم کے ذریعے ایک زبان سے دوسری زبان تک پہنچے۔اور مختلف قوموں کے علوم وفنون ایک دوسرے سے مستفید ہوئے۔اور ان کے اثرات سے نہ صرف علم وادب، طب وحکمت، تاریخ وفلسفہ، مذہب وسیاست، طبعیات وفلکیات، علوم وفنون، سائنس اور ٹیکنالوجی کو فروغ حاصل ہوا بلکہ تہذیب وتمدن کی ترقی کے ساتھ ساتھ انسانی شعور کو بھی تقویت پہنچی۔خصوصاً زبانوں کی ترقی میں تراجم نے بڑا کردار ادا کیا ہے۔

نثر سے نثر کا ترجمہ تو آسان ہے مگر ایک زبان کی شاعری کو دوسری زبان میں منتقل کرنے میں کافی دشواریاں ہیں۔تخلیقی ادب خصوصاً شاعری ایک وجدانی عمل ہے جس کا ترجمہ اگر غیر وجدانی طریقے سے کیا جایے تو وہ بے رس اور بے اثر ہو کر رہ جاتا ہے۔شاعری تو درحقیقت انسانی جذبات کا پرتو (Reflection) ہوتی ہے۔اور ان جذبات کا ترجمہ میکانیکی انداز میں نہیں کیا جاسکتا۔ڈاکٹر جانسن کا یہ دعویٰ بڑی حد تک حقیقت پسندانہ ہے کہ شاعری کا پورا پورا یعنی سو فیصد ترجمہ ہو نہیں سکتا۔معیاری شاعری میں نظریئے کی معنویت اور جمالیات کی فنکارانہ آمیزش ایک مخصوص وجدانی کیفیت پیدا کرتی ہے۔اور ترجمہ کے دوران تھوڑا سا عدم توازن بھی شعریت کی روح کو مجروح کرسکتا ہے۔شاعری کا ترجمہ نثر کے ترجمہ کے مقابلے میں زیادہ مشکل اور نازک فن ہے۔کیونکہ کہا جاتا ہے کہ شعر کلام موزوں ہے اور نثر کلامِ ناموزوں یعنی شاعری اور نثر نگاری میں بنیادی فرق (BasicDifference) لَے اور آہنگ یعنی ردِم (Rhythem) کا ہے۔قاری یا سامع سب سے پہلے شعر کی موزونیت، لَے اور آہنگ سے ہی متاثر ہوتا ہے۔بعد ازآں اسے شعر کی موضوعاتی، جذباتی اور جمالیاتی خصوصیات متوجہ کرتی ہیں۔ظاہر ہے کہ ترجمہ نگاری کے دوران شاعری کی روح کو دوسری زبان میں پورا پورا نہیں ڈھالا جاسکتا۔اس کے برعکس ان مراحل سے گزرے بغیر نثر کی موضوعاتی، معنوی اور جمالیاتی کیفیت تک ترجمہ نگاری میں کسی حد تک رسائی ممکن ہے۔ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ شاعری میں ابہام اور تہہ داری کی خصوصیات شامل ہوتی ہیں جبکہ نثر میں اکہرا پن ہوتا ہے۔

عام طور پر ترجمہ نگاری کے جو بنیادی طریقے رائج ہیں ان میں پہلا طریقہ تو یہ ہے کہ ہر لفظ کے نیچے اس کا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔اس طریقۂ کار کو ''ترجمہ تحت اللفظ'' کہا جاتا ہے۔جبکہ دوسرے طریقے میں پوری عبارت کو پڑھنے اور اس پر غور وفکر کرنے کے بعد ہی عبارت کے مفہوم کو رعایتِ لفظی کے لحاظ سے بامحاورہ بیان کیا جاتا ہے۔اس طریقۂ کار کو ''بیان حاصل المعنیٰ'' کہا جاتا ہے۔اور یہ طریقۂ ترجمانی زیادہ مقبول اور کارآمد ہے۔لفظی ترجمے سے حتی الامکان گریز کرنا چاہئے۔اگر لفظی ترجمہ کریں تو جملہ مضحکہ خیز ہو جائے گا۔مثلاً انگریزی کا ایک مقولہ ہے (ItisrainnigCatsandDogs) اس کا لفظی ترجمہ ہوگا ''بلی اور کتوں کی بارش ہو رہی ہے'' مگر بامحاورہ کا ترجمہ ہوگا موسلا دھار بارش ہو رہی ہے۔عبارت میں تسلسل اور روانی قائم رکھنے کے لئے اصل عبارت کو جہاں تک ممکن ہو سکے آسان اردو زبان میں پیش کرنا چاہئے۔ایک اچھا اور کامیاب ترجمہ نگار ترجمے کو تخلیقیت کا درجہ عطا کردیتا ہے۔منظوم ترجموں میں اختصار اور جامعیت کے ساتھ مفہوم کا بھی ادا ہونا ترجمہ نگاری کی کامیابی کی دلیل ہے۔

اردو میں ترجمہ نگاری کے تین مراکز ابھرے ہیں۔مشرق میں فورٹ ولیم، جنوب میں حیدرآباد میں عثمانیہ یونیورسٹی اور شمال میں متفرق ادارے خاص کر راجستھان کی سابق ریاستیں فورٹ ولیم کالج کے قیام کے بعد اردو ترجمہ نگاری کے باب میں اہمیت کے حامل ہیں۔ترجمہ نگاری کا باقاعدہ سلسلہ ۱۸۵۵ء سے شروع ہوا۔سب سے پہلے انجیل مقدس کا ترجمہ اردو میں شائع ہوا۔انیسویں صدی کے آغاز میں فورٹ ولیم کے تراجم کا بڑا ذخیرہ داستانوں کی تخلیق ہے۔باغ وبہار اور فسانۂ عجائب جیسی داستانیں وہاں معرضِ وجود میں آئیں۔

اسی طرح اٹھارویں صدی میں راجستھان کے مختلف ادبی مراکز میں عربی، فارسی اور دیگر زبانوں کے ترجموں کا سلسلہ جاری رہا۔راجستھان سابق راجپوتانہ میں ۱۸۵۷ء کے بعد لکھنو اور دیگر مقامات سے اربابِ علم وادب کی تواتر سے آمد اور سکونت کے سبب وہاں علم وادب کے چھوٹے بڑے گہوارے بنتے گئے۔جن میں ریاست جئے پور، جودھ پور، ٹونک، جھالور اور اجمیر کمشنری اہم مراکز ثابت ہوئے۔راجستھان میں اردو تراجم اور تحقیق کے موضوع پر سب سے پہلے مولوی عبدالحق نے ''جائزہ زبانِ اردو'' مرتب کرکے ۱۹۴۰ء میں ''انجمن ترقئ اردو'' کے توسط سے شائع کرایا جس میں راجستھان کی قدیم دیسی ریاستوں میں اردو کی صورت حال کا خاکہ پیش کیا گیا ہے۔فورٹ ولیم کالج کے بعد راجستھان ہی کو ترجمہ نگاری کا دوسرا بڑا مرکز سمجھا جاتا ہے۔جہاں عربی زبان کی کئی کتابیں، فارسی کی ۵۹ کتابیں اور انگریزی کی ۲۳ کتابوں کا اردو میں ترجمہ ہوچکا ہے۔اس کے علاوہ بہت ساری سنسکرت اور ہندی کتابوں کو اردو میں منتقل کیا جاچکا ہے۔

روئے زمین پر علم وہنر اور تہذیب وتمدن کی جھیلیں اور جزائر تو بہت ہیں مگر انہیں ملا کر ہموار اور سطح سمندر میں تبدیل کرنے والا فنکار ترجمہ نگار ہی ہوتا ہے۔گویا ترجمہ نگاری کا فن علم وہنر، تہذیب وتمدن کے گراں مایہ خزانے تک پہنچنے میں ''کھل جا سم سم'' کا درجہ رکھتا ہے۔

حمد و نعت

عبدالمجید فیضی سمبلپوری

12/106,Nayapara,Samblpur,Odisha,

تری تنویر سے صبحِ ازل روشن خدا وندا
تجلی سے تری شامِ ابد کی روشنی مولا
تری دنیا، ترا عقبیٰ، تری جنت ترا دوزخ
ہے میزانِ عمل تیری ہے تیرا عالمِ برزخ
پہاڑوں پر تری عظمت، سمندر میں تری وسعت
فلک کے چاند سورج اور ستاروں میں تری طلعت
مُطاعِ حور و غلماں ہے خدائے عالمِ امکاں
تری تکوین ہے کون و مکاں معبودِ انس و جاں
توہی ظاہر، توہی باطن، توہی اول، توہی آخر
تو ہی مجبور کا حامی توہی مظلوم کا ناصر
ترے محبوبؐ کی امت کا دشمن ہے جہاں سارا
خدا وندا! توہی اب غیب سے اس کی مدد فرما
ہے لاحق فیضی کو ضیق النفس کا عارضہ یارب
عطا تاب و تواں کر اور شفائے کاملہ یارب

انیس منیری

RampurNadi.AnsarNagar.Rakhial
Road.Ahmedabad-380023

یا شاہِ ختم المرسلیں — ہے آپ کا ثانی نہیں
محبوبِ رب العالمیں — ہیں سرورِ دنیا و دیں
اے تاجدارِ اولیں — ہیں آپ شاہِ آخریں
شیریں دہن شیریں زباں — جیسے نبات و انگبیں
موصوف ما زاغ البصر — تا منتہیٰ سدرہ نشیں
پابند خدمت کے لیے — سارا زماں ساری زمیں
حاضر صفِ خدّام میں — ہوتے ہیں جبریلِ امیں
عزم و ارادہ آپ کا — صد آفریں صد آفریں
نرغہ ہے اعداء کا مگر — ہوتے نہیں ہیں خشمگیں
اللہ رے علم و آگہی — یعنی نگاہِ پیش بیں
اے وارثِ ہر دو جہاں — دونوں جہاں زیرِ نگیں
کون و مکاں زیرِ قدم — زیرِ قدم عرشِ بریں
کہہ دے انیسِ بے نوا — ہیں آپ ہی دینِ مبیں

شاخ انور

H.No-3-6-77,BadhLocalilty
NearMotiMasjid.Adilabad-504001(T.S)

وہ بندہ ایسا ہے محبوب جو خدا کا ہے
نبی ہے ایسا جو سردار انبیا کا ہے
نبی کی ذات ہے محبوب خود خدا کو بھی
کہ وہ بھی شیدا نبی کی ہر اک ادا کا ہے
جو رب کی مرضی ہے مرضی ہے مصطفٰے کی وہی
جو ان کا منشا ہے منشا وہی خدا کا ہے
بروزِ حشر خدا ہم کو بخش دے گا مگر
سوال احمدِ مختار کی رضا کا ہے
ہمیشہ نور برستا ہے اس کے چہرے پر
زباں پہ جس کی سدا ذکر مصطفٰے کا ہے
یہ میرا گھر جو منور ہے، بے گماں یہ اثر
نبی کے نام سے پھیلی ہوئی ضیا کا ہے
عطا خدا نے کیا ہے یہ فیض انور کو
گدا بنا ہوا یہ شاہِ دوسرا کا ہے

سید محمد نورالحسن نورنوابی عزیزی

At:Astana-e-AliaNawabia
QazipurSharif.P.O:Mandwa
fatehpur.Haswa-212653(U.P)

صاحبِ گنبد و مینار تک آ پہنچی ہے
زندگی کوچۂ سرکار تک آ پہنچی ہے
اس نے مانگا تھا شہہ دیں کا وسیلہ دے کر
بھیک یوں دستِ طلب گار تک آ پہنچی ہے
اے بہارِ کرم! اے تاجورِ کون و مکاں
بادِ حرماں مرے گلزار تک آ پہنچی ہے
المدد اے شہہِ مکّی مدنی العربی
ناؤ امید کی منجدھار تک آ پہنچی ہے
اے مہِ خلق و مروت مرے آقائے کریم
شبِ تیرہ میری دیوار تک آ پہنچی ہے
نور کہتے ہیں اسے نعتِ نبیؐ کا فیضان
عافیت مجھ سے گنہگار تک آ پہنچی ہے

سلیم انصاری

HIG.AnandNagarAdhartal
Jabalpur-482004(MP)

اڑ رہی تھی دشت میں صدیوں سے اندیشوں کی خاک
آپ آئے تو ہوئی روشن سیہ بختوں کی خاک
جس کو ہونا ہے جہاں میں سر بلند و سرفراز
اپنی آنکھوں سے لگالیں آپؐ کے تلووں کی خاک
زخم خوردہ نسلِ نو کی آگہی کے واسطے
کس قدر اکسیرِ جاں ہے آپؐ کے قدموں کی خاک
عکس انوارِ خدا کی اک جھلک کی چاہ میں
چومتا ہے اک زمانہ آپ کی راہوں کی خاک
آپ آئے تو فصاحت کے نئے جوہر کھلے
دور تک بکھری تھی ورنہ بے اثر لفظوں کی خاک

عبدالمجید فیضی سمبلپوری

12/106,Nayapara,Samblpur,Odisha,

نعتِ پاک

حضرت شیخ ابو عبداللہ شرف الدین محمد بن سعید
البوصیریؒ کی نعت پاک کا منظوم ترجمہ

ہے تابشِ عارض سے تری صبحِ درخشاں
کاکل پہ تری زلفِ شبِ تار ہے قرباں
فائق ہے رسولوں پہ تو ہی فضل و علا میں
ہر جادۂ حق تیری دلالت سے فروزاں
تو کنزِ کرم ہے تو ہی مولائے نِعم ہے
ہادیٔ امم! شرع تری خاورِ رخشاں
تو والا نسب اعلیٰ حسب روحِ زکا ہے
خادم ہے ترا سارا عرب خسروِ دوراں
ناطق ہیں حجر اور دواں نخل و شجر ہیں
دو نیمہ اشارے پہ ترے ماہِ خراماں
جبریل ہوئے حاضرِ خدمت شبِ اسریٰ
دی اذن لقا عرش پہ رب نے مہہ فاراں
سردار ہمارے ہیں محمدؐ وہ ہمارے
خوشنودی ہے ان کی ہمیں اعزاز کا ساماں

حمد و نعت

پھول محمد نعمت رضوی

C/O:AmjadiKitabGhar.....NearHigh
School.At;/Post:Sonbarsa
Sitamarhi-84330(Bihar)

مدّاح بن گیا جو شہہِ دیں پناہ کا
روشن ہوا ہے زاویہ اس کی نگاہ کا
ڈوبے ہوئے ہیں کیف میں عشّاقِ مصطفیٰ
نکلا ہے چاند جب سے ولادت کی ماہ کا
ملتی ہے اس کو شمعِ حقیقت کی روشنی
جو شخص ہے مرید کسی خانقاہ کا
فریاد رس ترے سوا کوئی نہیں مرا
کس کو سناؤں حال میں حالِ تباہ کا
دل سے پڑھی ہے نعت جو میں نے کبھی کہیں
نعرہ بلند ہونے لگا واہ واہ کا
یارب کرم یہ نعمتِ رضوی پہ ہو کبھی
اس کو سفر نصیب ہو طیبہ کی راہ کا

عبدالحیٔ پیام انصاری

At/P.O:Piprauli.Via:Khajni
Dist:Gorakhpur-273212(U.P)

جب تاریکی دنیا کی بڑھ جاتی ہے
شمعِ ہدایت آپ کی راہ دکھاتی ہے
دیکھ کے آیا ہوں رحمت کی بارش کو
یادِ مدینہ جو مجھ کو تڑپاتی ہے
روضۂ اقدس کے جلوے یاد آتے ہیں
مسجدِ نبوی مجھ کو روز بلاتی ہے
جب بھی سلام آتا ہے میرے ہونٹوں پر
اس کو ٹولی فرشتوں کی لے جاتی ہے
آپ کی ذاتِ اقدس کے ہی سب شیدا
آپ کی الفت سارے جہاں کو بھاتی ہے
لمحہ لمحہ کروٹ کروٹ بے تابی
دیکھو پیام اب پھر کب باری آتی ہے

مناظر احسن رضوی

C/O-Ali Imam Ali
PrincipalSweetRoseSchool
ZakirHusainRoad.Hazaribagh-1

کبھی سرکار کو اپنے خدا سے نہ جدا سمجھے
ہمیشہ مصطفیٰ کو بس حبیبِ کبریا سمجھے
جو پڑھتا ہے جو لکھتا ہے نبیؐ کی نعت اے لوگو
کبھی کاوش نہ اپنی بلکہ توفیقِ خدا سمجھے
مصیبت جب کبھی آئے کسی کی زندگی میں تو
مصیبت کو ہمیشہ اپنے رب کی ہی رضا سمجھے
عمر، حیدر، غنی صدیق کہتے تھے یہی ہر پل
"ہم اپنے دل کی دھڑکن کو تری آوازِ پا سمجھے"
خدا نے آپؐ کو دیدار اپنا بھی کرایا تھا
جہاں والے مقامِ مصطفیٰ کو کیا بھلا سمجھے
زمانے میں وہی ممتاز رہتا ہے ہمیشہ ہی
جو خود کو مصطفیٰؐ کے در کا ہی احسن گدا سمجھے

حمید عکسی

H.No:14-6-39.Nizampura
MandiBazar.Warangal-506002

سارے عالم کے لیے ہے عام رحمت آپ کی
دو جہاں پر بھی رہی جاری حکومت آپ کی
دوست اور دشمن میں بھی کرتے نہ تھے کوئی تمیز
عام تھی ہر ایک پر یکساں عنایت آپ کی
مفلس و نادار کے حامی رہے تھے عمر بھر
بے کسوں کے واسطے دل میں محبت آپ کی
آپ کرتے تھے ہمیشہ اپنے دشمن کو معاف
ہر کسی پر رحم کرنا بھی تھی فطرت آپ کی
جاہلوں کو کر دیا تہذیب سے آراستہ
انقلاب انگیز کتنی تھی قیادت آپ کی
کوئی بھی اس میں نہیں کر پایے گا رد و بدل
حشر تک جاری رہے گی یہ شریعت آپ کی
ہونٹ پر عکسی کے ہو اسمِ گرامی آپ کا
اور وہ لکھتا رہے ہر وقت مدحت آپ کی

عظمت علی عظمت

4.1,1FlatNo204V.J.Concent
HeightsOpp.NasirMasjid
BalajeeNagarKurnool.518006

شہرِ طیبہ کا وہ پر نور اجالا دیکھوں
اے خدا میں تری قدرت کا نظارہ دیکھوں
روضۂ صاحبِ کوثر کا علاقہ دیکھوں
میری حسرت ہے کہ اک بار مدینہ دیکھوں
امتی آپؐ کا ادنیٰ سا ہوں میں بھی آقا
خواب ہی میں سہی میں آپؐ کا چہرا دیکھوں
مجھ کو دیدار محمدؐ کا شرف حاصل ہو
اک نظر چہرۂ اطہر کا میں جلوہ دیکھوں
عدل وانصاف کے دن ساقیٔ کوثر کے قریں
جامِ کوثر کو جو منھ بھر کے میں پیتا دیکھوں
احترام آپؐ کا دل میں رہے میرے عظمت
خود کو پابند شریعت کا ہمیشہ دیکھوں

شفیق رائے پوری

NearHeadPostOffice.BesideCentral
BankOfIndia.IndiraWard
JagdIpur-494001.Dist:Bastar(C.G)

درشانِ خواجہ غریب نواز

نہیں ہے خواہشِ لعل و گہر غریب نواز
مجھے تو چاہیے بس اک نظر غریب نواز
کرم نواز نگاہوں سے یوں نواز مجھے
میں تیرا ہو کے رہوں عمر بھر غریب نواز
بلالیں پاس مرے دل کو چین مل جایے
پڑا رہوں گا درِ پاک پر غریب نواز
زیارتِ رخِ تاباں کا شوق ہو پورا
نہ ایسا بخت نہ تابِ نظر غریب نواز
نہیں ہے تم سے مرا حالِ زار پوشیدہ
زمانے بھر کی ہے تم کو خبر غریب نواز
ہزاروں آپ کے در سے مراد پاتے ہیں
شفیق پر بھی کرم کی نظر غریب نواز

گوشۂ احباب

(مراسلہ نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں)

☆**فوزیہ کوثر** (میڈچل تلنگانہ اسٹیٹ)

مشکور ہوں کہ میرا تحریر کردہ افسانہ ''وہ سہارا بن چکا'' رسالہ ادبی محاذ میں شامل کیا جس کے لیے میں مدیر اعلیٰ اور اراکین ادبی محاذ کا تہہ دل سے مشکور ہوں۔ آپ سبھوں کی محنت کا نتیجہ ہے کہ رسالہ ادبی محاذ کامیابی کے آسمان پر محوِ پرواز ہے۔ اس میں خاص کر فن اور شخصیت کے تحت مضامین، غزلیات وافسانے کافی پسند آئے نئے سال ۲۰۲۲ء کے لیے مبارک باد قبول فرمائیں۔ میری دعا ہے کہ یہ نیا سال ہم سبھوں کے لیے باعثِ مسرت اور اطمینان وسکون کا وسیلہ بنے۔

☆**انیس منیری** (احمد آباد)

راقم الحروف اس گومگو میں تھا کہ ادبی محاذ کا زرِسالانہ روانہ کردوں اور محاذ کی بزمِ شعرا میں شرکت کے لیے نعت یا غزل پیش کروں' ادبی محاذ برائے جنوری تا مارچ ۲۲ء کا شمارہ دوبارہ موصول ہوا۔ حیرت ہوئی کہ یہ بھول کیسے ہوئی۔

بہرحال جنتِ ارضی سے تعلق رکھنے والے ہونہار' قابلِ قدر' قادرالکلام ہمہ جہت شاعر بشیر احمد بشیر ابن کشتواڑی کا گوشہ والا شمارہ پاکر خوشی ہوئی۔ آپ نے بشیر احمد بشیرؔ کا گوشہ شائع فرما کر نہ صرف انھیں عمدہ خراجِ عقیدت پیش کیا ہے بلکہ اردو ادب کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ بھی کیا ہے۔ میں آپ کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ تندرست وسلامت رکھے اور آپ اسی طرح اردو ادب کی خدمت کرتے رہیں۔ ادبی محاذ کا زرِسالانہ ارسالِ خدمت ہے۔ ملنے پر اطلاع فرمائیں۔

(نوٹ:۔ گوشۂ بشیر احمد بشیر پر تاثرات کے لیے شکر گزار ہوں۔ زرِسالانہ بھی مل چکا ہے۔ شکریہ)

☆**محمد طارق اسلم** (پٹنہ۔ بہار)

امید کرتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بخیر ہونگے۔ سہ ماہی ادبی محاذ کا پتہ مجھے اپنے ایک عزیز سے ملا۔ ویسے میں نے اب تک رسالے کو دیکھا نہیں ہے۔ پھر بھی چند افسانچے ارسال کررہا ہوں تاکہ شائع ہو سکے۔ جس کے لئے شکر گزار رہوں گا۔ آپ برائے مہربانی ایک کاپی میرے پتے پر روانہ کریں گے تاکہ خریدار بن سکوں۔

نوٹ:۔ آپ کے اسی شمارے میں شامل ہیں۔ (ادارہ)

☆**ڈاکٹر رفیق احمد** (مؤناتھ بھنجن' یوپی)

ادبی محاذ برائے جنوری تا مارچ ۲۲ء کا شمارہ موصول ہوا۔ قاضی مشتاق احمد' پروفیسر ابنِ کنول' ظفر اقبال ظفرؔ اور ایم نصراللہ نصر کی تخلیقات کافی معیاری اور عمدہ ہیں۔ افسانوی اور شعری حصہ بھی لائق مطالعہ ہے۔ ادبی محاذ کے ذریعہ آپ کی علمی وادبی خدمات۔ قابلِ تعریف ہیں۔ اپنی کتاب ''اردو کے چند نمائندہ طنزومزاح نگار'' پر تبصرے کے لیے آپ کا اور عبدالمتین جامی صاحب کا مشکور وممنون ہوں۔

☆**خادم رسول عینی** (بھساول' جلگاؤں)

ادبی محاذ کا تازہ ترین شمارہ برائے اپریل تا جون ۲۰۲۲ء دستیاب ہوا۔ تمام مشمولات پسند آیے۔ اردو زبان وادب کے فروغ کے لیے سعید رحمانی صاحب کی محنت ومشقت قابلِ صد ستائش ہے۔ اسی لیے میں نے یہ اشعار کہہ کر حقیقت کا اظہار کیا تھا:

ادب کے حسنِ مقدر سعید رحمانی۔ ہر ایک سمت منور سعید رحمانی
رہے گی زندہ وتابندہ یہ زباں اردو۔ کہ ریختہ کے ہیں رہبر سعید رحمانی

سلیم انصاری صاحب کی نعت جس میں ردیف ہے ''پھول کھلنے لگے'' بہت پسند آئی۔ ردیف کے ساتھ ہر شعر کو بڑی عمدگی سے انھوں نے نبھایا ہے۔ اجمل محسن صاحب کا نعتیہ کلام بھی بہت خوب ہے۔ لیکن ایک مصرع پر میری نظر اٹک گئی۔ مصرع ہے:

مدثر ہے' مزمل ہے'' کہیں یٰسین طٰہٰ ہے

اس مصرع میں موصوف نے مدثر اور مزمل کو فعولن کے وزن میں باندھا ہے جبکہ ان کا درست وزن ہے مفعولن۔ قرآنِ پاک میں مفعولن کے وزن میں ہی لکھا گیا ہے۔ یاایھا مزمّل یاایّھا مدّثر۔ یہاں مزمل کی ''ز'' مشدد ہے اور مدثر کی دال بھی مشدد ہے۔ ڈاکٹر قیسی قمر نگری کا طنزومزاح کی چاشنی سے مزین مقالہ بہت پسندیدہ ہے اور پرلطف بھی۔ آپ کسی بھی شعر کا' واقعہ کا یا منظر کا تجزیہ بہت ہی خوبصورت انداز سے کرتے ہیں۔ فن وشخصیت کے کالم میں مقالہ ''ڈاکٹر یوسف صابر بحیثیت غزل گو'' بہت معیاری ہے۔ اشعار کا انتخاب بھی خوب ہے اور ان پر تبصرہ بھی عمدہ ہے۔ ڈاکٹر یوسف صابر اور ڈاکٹر معصوم شرقی دونوں صاحبان کو دلی مبارکباد۔

سعید رحمانی صاحب نے میرے نعتیہ مجموعے ''رحمت ونور کی برکھا'' پر بہت خوبصورت تبصرہ فرمایا ہے۔ اگرچہ تبصرہ صرف ایک صفحے کا ہے لیکن آپ نے مجموعے کے ہر زاویے کا احاطہ کیا ہے۔ یہ تبصرہ ہر لحاظ سے بھرپور ہے۔ بہت بہت شکریہ جناب کا۔ ☆☆☆

منظومات

ڈاکٹر قطب سرشار

H.No:5-198.B/1,SeshadriNagar
MahboobNagar-1(T.S)

ابن صفی کی فکر کثیر الجہات ہے

ابن صفی کی فکر کثیر الجہات ہے
معمورِ سرّیت سے ہر اک واردات ہے
طنز و مزاح، سائنس، ادب، فلسفہ محک
حرف و ہنر کی ایک بڑی کائنات ہے

کردار ساز و ذہن رسا دوربیں نظر
روشن دماغ نابغہ و نغز و دیدہ ور
معجز بیان و رمز شناسِ تحیرات
نظریں تھیں رمزِ فردا پہ جس کی عمیق تر

☆ ☆

تعدادِ قارئین کروڑوں سے کم نہیں
منوائے خود کو ایسا کسی میں بھی دم نہیں
جب تک زبانِ اردو ہے ابنِ صفی بھی ہے
فکشن میں ایسا کوئی بھی معجز رقم نہیں

قانون کا تھا جس کی نگاہوں میں احترام
تجسیمِ حسن و خلق تھا تعبیرِ خوش نظام
تھا بیسویں صدی کا قلم کار سرمدی
اکیسویں صدی کے بتایے سمر تمام

ڈاکٹر نسیم اختر

A-39/215,A-3,A-1k.Rajbhandar
Saraiyan.Varanasi-22001(U.P)

شہد جیسی تیری زباں امّی — تو محبت کی داستاں امّی
رونقیں گھر میں ہیں ترے دم سے — مرکزِ نور ہے مکاں امّی
مجھ سے پودے کو تم نے سینچا ہے — جس طرح سینچے باغ باں امّی
صبح دم یوں مجھے جگاتی ہیں — جیسے مسجد کی ہوں اذاں امّی
میں نے کی ہیں شرارتیں کیا کیا — کب ہوئیں تیر اور کماں امّی
میری کوتاہیاں چھپاتی ہیں — میری امّی ہیں رازداں امّی
رنج دل کا بیان کس سے کروں — کوئی سنتا نہیں یہاں امّی
میں ہوں محفوظ تیرے آنچل میں — اور راحت سکوں کہاں امّی
رات بھر جاگتی ہیں میرے لیے — میری امّی ہیں مہرباں امّی
دکھ اٹھاتی ہیں اُف نہیں کرتیں — میری امّی ہیں بے زباں امّی
کون اب لوریاں سنائے گا — کوئی تم سا نہیں یہاں امّی

علیم صبا نویدی

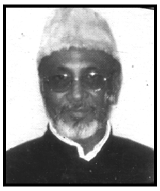

266,TriplicaneHighRoad,FlatNo.16,
IIndFloor,RiceMandisTreet,Chennai-600005

زبانِ اردو

کھول رکھی ہیں رسائل نے دکانِ اردو
عیش و عشرت میں ہیں تجّارِ زبانِ اردو
کس قدر شان سے دفنائی ہے شانِ اردو
قبر کی بے کسی دیتی ہے بیانِ اردو
اپنے ہاتھوں کی لکیروں سے ذرا پوچھ تو لیں
خود ہی اپنوں نے مٹایا ہے نشانِ اردو
جب سے ہونے لگی مفلوج موذّن کی لحن
کون سننے کو ہے تیار اذانِ اردو
حاکمِ وقت بھی کرنے لگا چوروں کو پسند
نکلے قزّاق ہیں سب راہبرانِ اردو
شان و شوکت سے سدا کہتی ہیں دانش گاہیں
جیب میں اپنی ہے وہ جانِ جہانِ اردو
خاک آلود ہے جس طرح لحد غالب کی
بس اسی طرح ہے ویران مکانِ اردو
فاتحہ پڑھنے کو اک صف میں کھڑے ہیں نقاد
دفن سب ہوگئے ہیں تاج ورانِ اردو
ہے دمِ نزع میں کب جانے نکل جایے گی جاں
آخری لے لیں صبا اور بیانِ اردو

منیر ارمان نسیمی

ChhotaShankarpur.
Bhadrak-756100(Odisha)

چوتھا بندر

گاندھی جی کے تینوں بندر
آنکھ، کان اور منہ بند کیے
صراطِ مستقیم کا سبق پڑھا رہے ہیں
برائی سے دور رہنے کا ہنر سکھا رہے ہیں
مگر چوتھا بندر/ دور کھڑا مسکرا رہا ہے
اس کے چاروں ہاتھ پاؤں
اب بھی آزاد ہیں

رمیش تنہا
5/1,GoldenPark.MaheshNagar
AmbalaCantt-133001(Haryana)

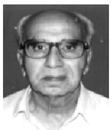

حیرت زدہ

خودکو آئینے میں دیکھا/ایسا کہیں نشاں نہ پایا
میں تو باطن میں زندہ تھا/باہر سے کچھ جان نہ پایا
آئینے نے میری جانب
حیرت بھری نگاہ سے دیکھا
جیسے مجھ سے پوچھ رہا ہو
کیوں تم کھڑے ہو ہکا بکا
مجھ کو دیکھ کے کیوں حیراں ہو
مجھ میں ایسا دیکھ لیا کیا؟/میں چپ تھا لیکن وہ بولا
میرا کوئی رنگ نہیں ہے'میرا کوئی ڈھنگ نہیں ہے
میرے سامنے جو بھی آئے'میں اس کا ہی ہو جاتا ہوں
تم بھی ایسی روش نکالو/یعنی ایسا ڈھنگ نکالو
جب بھی کوئی ملنے آئے/بھول کے آپا اپنا سارا
سرتاپا اس کے ہو جاؤ
میری طرح خموش نہ رہ کر/نطق سے اس کا من پرچاؤ
اور جہاں تک بھی ممکن ہو/اس کے سارے سکھ دکھ بانٹو
اس کا ہر عقدہ سلجھاؤ/دروازے تک چھوڑ کے اس کو
پھر خود میں واپس آجاؤ
رب نے تمھیں گویائی بخشی
مجھ کو تو بس حیرت دی ہے

محمد باعشن مغموم
4,PrincepStreet.2nd Floor
Kolakata-700072(W.B)

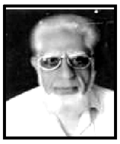

مادرِ ہند

مسکراتا ہوا خوابوں کا چمن زار وطن
اپنے دامن میں لیے سب کے لیے پیار وطن
رشکِ مہتاب ہے ہر ذرہ وطن کا میرے
ایک اک شعر مرا عظمتِ پندارِ وطن
کاش یہ میرا وطن رخشندہ و تابندہ رہے
موت آئے بھی تو دشمن کو وطن زندہ رہے
سرخرو آج بھی ہیں سارے جوانانِ وطن
مر کے بھی زندۂ جاوید شہیدانِ وطن
مائی کا لال کوئی بال بھی بیکا نہیں کر پائے گا
دشمنِ اہلِ وطن'زینتِ زندانِ وطن
مادرِ ہند کا سر مثلِ فلک اونچا ہے
کل بھی اونچا تھا بہت آج بھی وہ اونچا رہے
آؤ مل جل کے رہیں اپنے وطن میں ہم تم
مثلِ گل تازہ رہیں اپنے وطن میں ہم تم
کوئی شکوہ نہ شکایت نہ گلہ آپس میں
کام آجائیں سدا رنج و محن میں ہم تم
مادرِ ہند کا سایہ رہے سر پر مغموم
کوئی بھوکا نہ یہاں ننگا رہے گھر پر مغموم

مطیع اللہ نازش
D-203,Sector-6,MarkatNagar
C.D.A,Cuttack-753014

مفکرِ ملت مولانا ابوالکلام آزاد

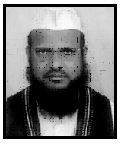

بھارت رتن مولانا آزاد/مفسر و مقرر اور مقتدر
سیاست'صحافت'شریعت
قیادت و صیانت میں یکتا
بذلہ سنج'ادیب و خطیب/مجتہد و متحرک
مردِ آہن'مردِ میدان اور مردِ خدا
وہ تھے یکتائے زمن ہر فن میں
تھی ان کہ ہمہ جہت شخصیت
ان کے اخبار الہلال اور البلاغ
دیش کی آزادی کے تھے آرگن
انھوں نے تحریکِ عدم تعاون'بھارت چھوڑو
آندولن اور خلافت تحریک میں شرکت کی
دیش کی آزادی کے لیے/بارہا جیل بھی گئے
وہ گاندھی جی کے بھی ہم نوا تھے
بھارت کے پہلے وزیر تعلیم بنے
ان کی ولادتِ باسعادت "یومِ تعلیم" کی شکل میں
منائی جاتی ہے/آپ کی تصانیف ہیں:
ام الکتاب'ترجمان القرّٰن اور تذکرہ
وہ سچے ہندوستانی تھے/تقسیمِ وطن کے دوران
پاکستان بھاگنے والوں کو انھوں نے روکا تھا
یہ کہہ کر کہ یہاں ہمارے اسلاف کی
روشن یادگاریں ہیں
بالآخر وہ اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے
ساکنانِ ہند کے پردۂ ذہن پر
ان کی شخصیت'خدمات اور کارناموں کے نقوش
ہمیشہ تابندہ اور درخشندہ رہیں گے۔
ایسی شخصیت خال خال ہی پیدا ہوتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ڈاکٹراحسان عالم
پرنسپل الحراء پبلک اسکول، دربھنگہ
موبائل:9431414808

سلیم انصاری کا شعری مجموعہ ''شگفتِ آگہی'': ایک مطالعہ

سلیم انصاری کی پیدائش یکم مئی ۱۹۶۲ء میں جبل پور، مدھیہ پردیش میں ہوئی۔ انجینئرنگ کرنے کے بعد مرکزی حکومت کے محکمہ میں دفاع میں جوائنٹ ڈائرکٹر کے عہدے پر سرفراز ہوئے۔اس کتاب کے قبل ان کی دو کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ایک کتاب ''فصل آگہی'' (شعری مجموعہ) اور دوسری کتاب ''مطالعے کا سفر'' (تنقیدی مضامین) کا مجموعہ ہے۔ان کے مضامین اور شعری نگارشات معتبر رسائل وجرائد کی زینت بنتے رہتے ہیں۔ادبی دنیا وہ کافی سرگرم عمل رہتے ہیں۔فیس بک پر ان کی بہت سی چیزیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔اپنی ادبی خدمات کے لئے انہیں کئی اعزازات سے نوازا جاچکا ہے۔

زیر مطالعہ کتاب ''شگفت آگہی'' کے پیش لفظ جو'' کچھ اپنی شاعری کے بارے میں'' کے عنوان سے ہے لکھتے ہیں:

''میں نے اپنی نثری کتاب کے دیباچے میں یہ اعتراف کیا تھا کہ میں بنیادی طور پر شاعر ہوں اور میرے ادبی سفر کی ابتدا بھی شاعری سے ہی ہوئی تھی۔اس اعتبار سے دیکھیں تو میری شاعری کے دونوں مجموعوں کے درمیان اتنے طویل وقفے کا کوئی جواز نہیں۔ مجھے یہ اعتراف کرنے میں کوئی قباحت نہیں کہ میری شاعری کی رفتار بے حد سست رہی ہے اس پر مستزاد ملازمت کے دوران غیر ادبی علاقوں میں ہونے والے تبادلوں نے بھی میری تخلیقی اور ادبی سرگرمیوں کو بری طرح متاثر کیا۔''

کتاب کے آخری چار صفحات پر ناقدین شعر وادب نے ان سلیم انصاری کی شاعری پر اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے۔ چند ناقدین شعر وادب کے تاثر ملاحظہ کریں:

☆ پروفیسر ستیہ پال آنند (امریکہ):

آپ بنیادی طور پر نظم کے شاعر ہیں۔آپ کے پچاس کے لگ بھگ نظمیں جو اس مجموعہ میں شامل ہیں اس بات کا ثبوت ہیں ۔ آپ کی مختصر نظموں میں مجھے دو باتیں بہت خوبصورت لگیں۔ جہاں جہاں واحد متکلم نظم کے راوی ''میں'' کی صورت میں وارد ہوتا ہے وہاں وہاں داخلیت اپنے بنیادی تقاضوں کے زیر اثر احتجاج، طنز، غصہ یا بغاوت کی صورت میں ابھرتی ہے۔

☆ ڈاکٹر عنوان چشتی:

فصل آگہی شاعر کے جمالیاتی تجربوں کا فنی اظہار ہے اس کے بعض اشعار میں نیا ذائقہ اور نئی حلاوت محسوس ہوتی ہے۔شاعر کے اس نوع کے اظہار کا احترام ضروری ہے۔

☆ احمد سہیل، امریکہ:

فصلِ آگہی مکانی سطح پر اردو شاعری کے ان رجحان ساز عشروں کا پتہ دیتی ہے جہاں سے شاعر نے اپنی شاعرانہ زندگی کا سفر شروع کیا ہے۔ماحولیات کی مغائرت سے یکسانیت کا زہر اور شکست وریخت جیسی نظمیں خلق ہوتی ہیں۔

''حرفِ دعا'' کے عنوان سے ایک حمدیہ کلام ہے۔اس میں شاعر سلیم انصاری اللہ تبارک وتعالیٰ کے دربار میں دست بستہ دعا گو ہیں۔اپنی دلی دعاؤں کو شعری پیکر میں ڈھالتے ہوئے لکھتے ہیں:

جنہیں طلب ہے انہیں مال وزر کردے
مجھے سلیقۂ عرضِ ہنر عطا کردے
جو گھر میں ہیں انہیں توفیق دے مسافت کی
جو چل پڑے ہیں انہیں ہمسفر کردے

حمد کے بعد اکثر شاعر نعتیہ کلام اپنی کتاب میں شامل کرتے ہیں۔ سلیم انصاری صاحب نے ایک نعتیہ ماہیہ شامل کیا ہے۔اس کے دو بند ملاحظہ کریں:

انوار کی بارش ہے
شہرِ محمد کے
دیدار کی خواہش ہے

☆☆☆

پروفیسر کرامت علی کرامت
Dewan Bazar Cuttack-753001

مشترکہ تہذیب اور اردو

مشترکہ تہذیب اور اردو جیسے موضوع پر کچھ کہنے سے پہلے اس موضوع کی معنویت پر غور کرنا ضروری ہے۔ پہلا سوال یہ اٹھتا ہے کہ ہندستان کی مشترکہ تہذیب کے معنی کیا ہے۔ یہ مشترکہ تہذیب ہے بھی کہ نہیں؟ دوسری بات یہ ہے کہ اردو سے اس کا کیا تعلق ہے؟ مشترکہ تہذیب اور اردو کیوں؟ مشترکہ تہذیب اور بنگالی 'مشترکہ تہذیب اور اڑیا' مشترکہ تہذیب اور تیلگو کیوں نہیں؟ دراصل ہندوستان ایک ایسا عجیب ملک ہے جس کی مثال دنیا بھر میں کہیں اور نہیں ملتی۔ اس میں طرح طرح کے مذاہب' طرح طرح کے رنگ ونسل' طرح طرح کے رسم ورواج' طرح طرح کے لباس اور طرح طرح کی زبان والے لوگ بیک وقت ملتے ہیں۔ کبھی کبھی تو ایسا بظاہر محسوس ہوتا ہے کہ ایک کا تعلق دوسرے سے کچھ نہیں۔ اس کے باوجود یہ لوگ سب اپنے کو "ہندوستانی" محسوس کرتے ہیں۔ مختلف تہذیب وثقافت والے لوگ ایک ساتھ رہنے کی وجہ سے ایک کا اثر دوسرے پر پڑنا فطری ہے۔ "گل ہائے رنگ رنگ سے ہے زینتِ چمن" کے مصداق مختلف ثقافتوں کے پھولوں سے ہندوستان کا یہ گلشن مزین ہے۔ ہندوستان کی اسی خصوصیت کو کثرت میں وحدت یعنی (Unity in Diversity) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہی وحدت (Unity) ہی ہماری مشترکہ تہذیب کی علامت ہے۔ یہ بڑی بات ہے کہ یہاں ہر شخص کو اپنے انداز میں جینے کا حق حاصل ہے۔ علاوہ ازیں ہر فرد دوسرے فرد کی لسانی، ثقافتی اور تہذیبی طرز کی قدر کرتا ہے۔ نیز "جیو اور جینے دو" کے اصول پر چلنے کو باعث فخر سمجھتا ہے۔ اتنی ثقافتیں ایک ملک میں بیک وقت کیسے پنپ رہی ہیں، اس بات پر سارا عالم حیران وششدر ہے۔ اگر ہماری کوئی مشترکہ تہذیب نہ ہوتی تو یہ امر کیسے ممکن ہوسکتا تھا؟ اس سے مشترکہ تہذیب کے وجود کا ثبوت ملتا ہے۔

زبان کے اعتبار سے جب ہندوستان کو مختلف صوبوں میں تقسیم کیا گیا تو اردو کو کوئی صوبہ نہیں ملا۔ ملتا بھی کیسے؟ اردو کسی مخصوص علاقے کی زبان نہیں تھی بلکہ پورا ہندوستان ہی اس کا علاقہ تھا اور ہے۔ ڈاکٹر اختر اوربینوی کا کہنا ہے کہ "ہندوستان کا ہر وہ قصبہ، ہر وہ بستی یا گلی اردو کا علاقہ ہے' جہاں اردو بولنے والوں کی اکثریت ہے۔ اس اعتبار سے ایسے اردو علاقے سارے ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ہر صوبے کے شعر وادب کا درخت اس مخصوص صوبے کی تہذیب وثقافت سے رس قبول کر کے پروان چڑھتا ہے۔ لہٰذا ہندوستان کی مشترکہ تہذیب کی نمائندگی اردو ہی کے ذریعہ بطرزِ احسن ہوسکتی ہے۔

حالاں کہ دوسری علاقائی زبانوں میں بھی اس مشترکہ تہذیب کے آثار دریافت کئے جاسکتے ہیں۔ لیکن اردو کے ساتھ اس کا ذکر بار بار اس لئے کیا جاتا ہے کہ آزادی کے بعد اردو دشمن عناصر اسے غیر ملکی زبان قرار دینے کی سازش میں مسلسل لگے ہوئے ہیں۔ اردو زبان وادب کی تاریخ کو تین ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلا دور بودھ گان ودوہا کے زمانہ سے لے کر امیر خسرو، دکنی اردو اور فورٹ ولیم کالج کلکتہ کے قیام تک کو محیط ہے۔ دوسرا دور فورٹ ولیم کالج سے لے کر آزادیٔ ملک ۱۹۴۷ء تک اور تیسرا دور آزادیٔ ملک سے لے کر اب تک کا دور ہے۔ فورٹ ولیم کالج کے قیام تک اردو اور ہندی میں کوئی تنازعہ نہیں تھا بلکہ اردو کو ہندی ہی کے نام سے پکارتے تھے۔

مثلاً نورنامہ کے مصنف نے لکھا ہے "لکھا نورنامے کو ہندی کے طور"۔

انگریزوں نے پہلی بار اہلِ ہندوستان کے درمیان پھوٹ ڈالنے کی غرض سے فورٹ ولیم کالج میں ہندی اور اردو دو الگ الگ شعبے قائم کئے اور ہندوؤں سے کہا کہ ہندی تمہاری زبان ہے اور مسلمانوں سے کہا کہ اردو تمہاری زبان ہے۔ لیکن اس وقت ہماری مشترکہ تہذیب پر اس سازش کا کوئی اثر نہیں پڑا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں نے مل کر جنگ آزادی لڑی۔ اور سب کو جوڑ کر رکھنے میں اردو زبان نے اہم کارنامہ انجام دیا۔ اس سلسلے میں برج نارائن چکبستؔ، ڈاکٹر اقبال، ظفر علی خاں' سیماب اکبرآبادی، تلوک چند محروم، جوش ملیح آبادی وغیرہ شاعروں کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ خصوصاً اردو کے وطن پرست شاعر چندر شیکھر آزاد نے جس طرح انگریزوں کی گولیوں کا سامنا کر کے اپنی جان وطن عزیز پر قربان کردی۔ ایسی قربانی کی مثال ہندوستان کی کسی دوسری علاقائی زبانوں میں نہیں پائی جاتی۔ ملک کی آزادی کے بعد بھی چند سالوں تک اردو کا بول بالا رہا۔ جب مولانا آزاد مرکزی حکومت میں وزیر تعلیم کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے تھے اس وقت بھی مولانا اردو ہی میں دفتری خط وکتابت کرتے تھے۔ پنڈت نہرو کی تمام تقریریں اردو میں ہوا کرتی تھیں اور وہ اکثر اردو کا یہ شعر بہ طور حوالہ پیش کرتے تھے۔

اس طرح طے کی ہیں ہم نے منزلیں
گر پڑے، گر کر اٹھے، اٹھ کر چلے

آزاد ہندوستان میں ہندی کو سرکاری زبان کی حیثیت مل گئی تو اس سے اردو کی اہمیت میں کوئی کمی نہیں آئی۔ کیونکہ یہ ہندوستان کی مشترکہ تہذیب کی امین اب بھی ہے۔ اسے اپنے فارسی رسم الخط کے ساتھ جینے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔

☆☆☆

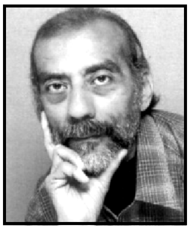

محسن باعشن حسرتؔ
4, PrincepStreet
1stFloor.Kolkata-700072(W.B)
M-No-9748024426

فن و شخصیت

اظہر نیّر اور ان کی غزلیہ شاعری

دکھوں کی آگ میں جلتی ہے زندگی نیّرؔ
مجھے تو روز ہی قسطوں میں مرنا پڑتا ہے

اس حسین مقطع کے خالق ہیں اظہر نیّر اور اظہر نیّر نام ہے ایک متحرک اور فعال شخصیت کا۔ اظہر نیّر کے ادبی سفر کا آغاز افسانہ نگاری سے ہوا۔ بعد میں اپنے تاثرات، خیالات اور جذبات کی ترجمانی کے لئے شاعری کی طرف راغب ہوئے اور شاعری کو ہی اپنے دل کی کیفیت کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ اظہر نیّر کا شمار دربھنگہ کے چند گنے چنے معروف شعرا میں ہوتا ہے۔ وہ اپنی مختصر نثری اور آزاد نظموں کے حوالے سے بھی دنیائے سخن میں پہچانے جاتے ہیں۔ ان کی تخلیقات ملک کے مختلف اخبارات اور رسائل میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ ان کی کہانیاں اور افسانے بھی وقتاً فوقتاً میری نظر سے گزرتے ہیں۔ شاعری میں جس طرح انہوں نے اپنا اثر قائم کیا ہے، اسی طرح نثری ادب میں بھی ان کی ایک نمایاں پہچان ہے۔ شاعری کی دوسری اصناف پر بھی وہ طبع آزمائی کرتے رہتے ہیں۔

اظہر نیّر کی شاعری کا جب ہم بغور مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات ہم پر واضح ہو جاتی ہے کہ جہاں انہوں نے جدیدیت کے رنگ کو اپنایا ہے وہیں روایت پسندی کے دامن کو بھی نہیں چھوڑا۔ دونوں رنگ میں ڈھل کر ان کا کلام قارئین کو ایک عجیب لطف سے ہم کنار کرتا ہے۔ اگر ہم ان کی شاعری کو مکمل کرب و احساس کا نام دیں تو بے جا نہ ہوگا۔ کیونکہ ان کی زندگی ہمیشہ کرب ناکی کے احساس کو اپنے دامن میں سمیٹ کر ہی گزرتی رہی ہے۔ انہوں نے زندگی کے کئی اتار چڑھاؤ دیکھے ہیں۔ کئی طرح کے مرحلے ان کی راہ میں حائل ہوئے اور متعدد مسئلے بھی پیدا ہوئے جنہیں ہنستے ہوئے انہوں نے حل کیا۔ ان کی زندگی مسلسل سفر میں رہی، کبھی دھوپ کبھی چھاؤں، کبھی غم کبھی خوشی، کبھی چین کبھی بے چینی، کبھی آرام کبھی تکلیف، دکھ اور مصیبت کو جھیلتے ہوئے آج ''ببول کے سائے تلے'' چین اور سکون کی تلاش میں چند لمحوں کے لیے ٹھہرے ہیں یہ سوچ کر کہ شاید یہاں سے کوئی راہ تو ضرور اس منزل کی سمت جاتی ہوگی جہاں درد و کرب کی گھٹائیں نہ چھائی ہوں صرف خوشی اور مسرت کی بارش ہو رہی ہو۔

اظہر نیّر نے اپنی شاعری کو مزید دلکش، دل پذیر اور اثر انگیز بنانے کے لئے ایسے لفظوں کا سہارا لیا ہے جو ان کے اشعار میں اکثر گردش کرتے رہتے ہیں۔ جیسے کہ دھوپ، سمندر، صحرا، شجر، گاؤں، شہر، آئینہ، شیشہ، پتھر، دشت، گھر، شب، ببول، مقدر، تمنا، انا وغیرہ۔ ہر شاعر کے ذہن میں اسی طرح کے چند الفاظ ہوتے ہیں جو نادانستہ طور پر داخلِ اشعار ہو جاتے ہیں۔

شاعر نہایت حساس ہوا کرتا ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ شاعری کو اگر ہم احساس کا دوسرا نام دیں تو غلط نہیں ہوگا۔ شاعر جو کچھ دیکھتا، سنتا اور سمجھتا ہے اس کو اشعار کے پیکر میں ڈھال دیتا ہے۔ اظہر نیّر نے بھی یہی کیا۔ انہوں نے جو کچھ بھی دیکھا اور محسوس کیا اسے اپنے اشعار کا جامہ پہنا دیا۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ ان کے اشعار نے ہمیں کتنا متاثر کیا ہے۔ پہلے ان کی غزلوں کے چند مطلع ملاحظہ فرمائیں۔

میں اپنے شہر میں اپنا ہی چہرہ کھو بیٹھا۔ یہ واقعہ جو سنایا تو وہ بھی رو بیٹھا
سچ بولنا چاہے بھی تو بولا نہیں جاتا۔ جھوٹوں کے لیے شہر بھی چھوڑا نہیں جاتا
درکار نہیں ایسی خودی بھی مرے مولا۔ جو چھین لے ہونٹوں سے ہنسی بھی مرے مولا
شہر سے آکر دھوکا کھایا گاؤں میں۔ مخلص انساں کوئی نہ پایا گاؤں میں
ہر لمحہ زندگی کو رلاتی ہے آج تک۔ دل کو تمہاری یاد ستاتی ہے آج تک

مندرجہ بالا مطلعوں کے شعر میں انہوں نے اپنے تجربات اور مشاہدات کو نمایاں انداز سے پیش کرنے کی سعی کی ہے اور اس میں وہ کامیاب بھی نظر آتے ہیں۔ ان کا یہ شعر بھی ملاحظہ ہو۔

حادثوں سے گزرتا رہتا ہوں
ٹوٹتا اور بکھرتا رہتا ہوں

یہ شعر ان کی زندگی کی مکمل عکاسی کرتا نظر آتا ہے۔ اب آیئے اظہر نیّر کے چند مقطع کے اشعار سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

نیّرؔ نے ہنستے ہنستے کہا الوداع اسے۔ دل کو مگر جدائی کا بے حد ملال تھا

(بقیہ 24 صفحہ پر)

ڈاکٹر علی عباس امید

بھوپال ۴۶۲۰۰۱۔ (ایم پی)

موبائل نمبر: ۹۲۰۰۸۴۶۰۴۵

حرفِ چند

طنز و مزاح کے محرکات کے اسباب یوں تو بڑی حد تک مماثلت رکھتے ہیں۔لیکن ردِ عمل پر غور کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ دونوں کے درمیان بہت فرق ہے۔رونالڈ ناکس نے اس حقیقت کی بہت عمدہ وضاحت کی ہے۔مزاح نگار خرگوش کے ساتھ بھاگتا ہے لیکن طنز نگار کتوں کے ساتھ شکار کھیلتا ہے

دو اسالیب کو طنز اور مزاح کہا گیا ہے،ان میں حد فاصل بھی قائم کی گئی ہے۔یہ ضروری ہے کہ اس فرق کی حیثیت قصیدہ اور مرثیہ کے فصل سے زیادہ نہیں ہے۔انسان کو حیوانِ ناطق ماننے کے ساتھ ہی حیوانِ ظریف بھی قرار دیا گیا ہے۔ولیم ہیزلیٹ کے مطابق ''انسان واحد جانور ہے جو ہنستا اور روتا ہے'' اس کا ہنسنا اور رونا ہی دراصل وہ دھرتی ہے جس میں طنز و مزاح کی کونپلیں پھوٹتی ہیں اور فضا کو دلکش بنا کر ماحول کو خوش گوار کر دیتی ہیں۔

عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں کہ طنز کا مقصد فرد، واقعہ، موقع وغیرہ کا مذاق اڑانا ہے۔اور مزاح صرف ہنسنے ہنسانے، دل بہلانے، ماحول کی سرد مہری کو دور کرنے کا ذریعہ ہے۔لیکن یہ دونوں ہی خیالات درست نہیں ہیں۔طنز میں تحقیر کی شمولیت نامناسب ہے اور مزاح میں متانت کے پہلو کو فراموش کرنا عیب اس لئے ہر دو میں اعتدال لازمی ہے۔اس میں ذرا بھی غفلت برتنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تخلیق طنز و مزاح کی حدود سے نکل کر ہجو کی سرحد میں داخل ہو جائے گی۔ہجو کا مقصد ہی موضوع کی تضحیک ہے۔مختصراً نہ تو طنز ضرر رسانی ہے اور نہ مزاح بدگمانی ہے۔

اس سچ سے واقف ہونا بھی بہت ضروری ہے کہ ہندوستانی زبانوں میں اردو ہی وہ واحد زبان ہے جس میں طنز و مزاح کا وجود سب سے پہلے ہوا۔ قرۃ العین حیدر نے اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''طنز و مزاح کے عناصر یا اس کی روایات کسی تہذیبی رچاؤ کی نمائندگی کرتی ہے۔اردو والے تین سو سال سے ہنسنا ہنسانا سیکھ چکے ہیں۔

اردو کی ایک انفرادیت یہ بھی ہے کہ انتہائی لطیف اور مہذب پیرایے میں طنز و مزاح کے ذریعہ ادب عالیہ کی تخلیق کی جا سکتی ہے۔طنز و مزاح میں دماغین اور حیاطین جیسا رشتہ ہے۔ذہن کی پژمردگی کو تابندگی اور چہرے کی افسردگی کو شگفتگی میں تبدیل کرنے کے ہنر پر مکمل گرفت ان کی خاصیت ہے۔یہ خصوصیت انہیں لوگوں کو لطف اندوز کر سکتی ہے جن کا Sence of Humour بیدار ہو۔

طنز و مزاح کو اپنانے والے عزیزی ہنٹر غازی پوری کا اصرار ہے کہ میں ان کی تخلیقات پر اپنی رائے دوں۔میں سوچتا ہوں کہ ان کے کلام پر اظہار خیال سے قبل چھوٹے رقبہ لیکن زرخیز ضلع غازی پور کا مختصر ذکر بھی کروں کیونکہ اپنی تاریخ سے واقفیت نئی نسل کو اپنے وجود پر فخر کرنے کے علاوہ با مقصد بنانے میں بھی معاون ہوتی ہے۔تفصیل کی گنجائش تو نہیں ہے پھر بھی اپنے وطن کا نام روشن کرنے والی چنندہ شخصیتوں کے نام لینا چاہوں گا۔'پدماوتی' کے خالق ملک محمد جائسی 'چترا اولی' کے خالق شیخ عثمان، غالب کے شاگرد رشید غازی پوری، داغ کے شاگرد باغ غازی پوری، ناسخ کے شاگرد زخمی زمانوی، انگریزی زبان میں تفسیر قرآن مجید لکھنے والے خان بہادر افتخار حسین، عین المعارف کے مصنف مولانا آسی غازی پوری، مرثیہ گو حاجی ولایت غازی پوری، مرثیہ گو نظیر غازی پوری، علامہ سید مجتبیٰ حسین کاموں پوری (ڈین فیکلٹی آف شعبۂ دینیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) ڈاکٹر مختار احمد انصاری (صدر آل انڈیا کانگریس کمیٹی ۱۹۴۲ء) مجاہد آزادی مولانا ابوالحسن حلیم غازی پوری، کل ہند کسان سبھا کے بانی سہجا نند سرسوتی مجاہد آزادی ساتھی بیر رام، مجاہد آزادی ابوظفر انصاری بازید پوری، مجاہد آزادی سرجو پانڈے مجاہد آزادی بال روپ شرما، نائب صدر جمہوریہ ہند حامد انصاری، پروفیسر مشیر الحق (وائس چانسلر کشمیر یونیورسٹی) پروفیسر عبدالعلیم (وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) پروفیسر مونس رضا عابدی (وائس چانسلر دہلی یونیورسٹی) مدیر رویوار سریندر پرتاپ سنگھ، فلم ایکٹر نذیر حسین، ناول نگار گوپال رام گہمری، مولانا متین ہاشمی، افسانہ نگار علی عباس حسینی، پرم ویر چکر پانے والے حوالدار عبدالحمید، مدیر ہما ڈائجسٹ عبدالوحید صدیقی، ترقی پسند ناقد ممتاز حسین، ڈاکٹر راہی معصوم رضا، ناقد سید حسین عباس عابدی، خاموش غازی پوری جیسی بہت ساری عظیم شخصیتوں کے وطن پر فخر کرنا فطری بات ہے۔مجھے یقین ہے کہ میری ہی طرح ہنٹر غازی پوری کو بھی اس سرزمین پر ناز ہوگا۔

مضمون کا آغاز ہوا تھا طنز ومزاح پر گفتگو سے۔اس میدان میں بھی غازی پور کبھی پیچھے نہیں رہا۔ بہت پہلے بھیرو پرساد چچا غازی پوری نے کہا تھا۔

بیگم نے کیا ہے ناک میں دم اب مجھ سے بدن دبواتی ہیں
آتی بھی نہیں ہے عقل انہیں میں لالہ ہوں حجام نہیں

ابا غازی پوری کا زبان زد شعر ہے۔

میں نے درِ جنت سے رضواں کو پکارا تھا
اور آ گئی رضوانہ لاحول ولا قوۃ

ظفر غازی پوری کے شعر میں طنز ومزاح کی بھر پور چاشنی ہے۔

نیتاؤں کی ڈگر پر بچو دکھاؤ چل کر
یہ دیش ہے تمہارا لوٹو اچھل اچھل کر

ہنٹر غازی پوری بھی طنز ومزاح کی اس روایت کو آگے بڑھانے کے لیے کوشاں ہیں۔ چونکہ ابھی انہوں نے سفر شروع کیا ہے۔لہٰذا ضروری ہے کہ اپنی راہ کا تعین کریں۔مطالعہ اور فکر کو وسیع کرنا ان کے حق میں بہتر ہوگا۔ ہنٹر نے ہنسانے کی روش کو ترجیح دی ہے۔

ہم دونوں محبت میں کچھ ایسے تھے دیوانے
معلوم نہیں ہم کو ، کب لائی پولس تھانے
ہر روز کی فرمائشیں اچھی نہیں لگتیں
بنوادیں تمہارے لئے ہم تاج محل کیا
وہ پھل کی ٹوکری میں رام دانہ لے کے آیا ہے
مری بیوی سے ملنے کا بہانہ لے کے آیا ہے

عرب کا ایک مشہور مقولہ ہے کہ کلام میں ’’ ظرافت کو وہی مرتبہ حاصل ہے جو کھانے میں نمک کا نصیب ہے‘‘ ۔ میں تو یہ مانتا ہوں کہ چہرے پر شگفتگی نہ ہو تو خوش خبری بھی وہ مسرت نہیں بخش سکتی جس کی مستحق وہ ہوتی ہے۔ ہنٹر مزاح کے تعاون سے لوگوں تک اس طرح اپنی بات پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ فوری طور پر اثر انداز ہو جائے۔

میں احمقوں کی جماعت کا ایک ممبر ہوں
مرے خدا مجھے شاعر بنا دیا جائے
کرو گے عشق تو ماریں گے تم کو ہنٹر سے
تمہارے باپ بھی تم کو بچا نہیں سکتے

وہ زیادہ تر اپنے آس پاس کے ماحول اور واقعات کو موضوع بناتے ہیں۔ چونکہ یہ موضوعات اکثر وہاں کے عوام سے جڑے ہوتے ہیں۔اسی وجہ سے اس حلقہ کے لوگ ان سے محظوظ ہوتے ہیں۔ دائرہ محدود ہونے کے سبب ہنٹر اس طرح کے اشعار کہتے ہیں۔

مرغی دکھا کے بد ھوا کا مرغا چرائیں گے
اس سال ہم بھی دھوم سے پکنک منائیں گے
کیوں دوڑ لگا رکھی ہے میدان کی جانب
تم کھا گئے دعوت میں کہیں مرغ ڈبل کیا

مزاح فوری طور پر اثر انداز ہوتا ہے اس لئے اپنے لفظوں کا استعمال گن کر نہیں بلکہ ان کا مقصد سمجھ کر کرنا چاہئے۔مزاح نگار کو احتیاط برتنی ضروری ہے کہ وہ اپنے خیالات کا اظہار غیر مہذب پیرائے میں کرنے سے پرہیز کرے ہنٹر کی برجستگی بلکہ بے تکلفی کبھی کبھی شائستگی کو پار کر جاتی ہے۔

زلف کٹوا کے وہ پر کٹی کی طرح
خود بخود ہو گئی لومڑی کی طرح
سر منڈاتے ہی چاننے پڑے اس قدر
کھوپڑی بن گئی ڈگڈگی کی طرح
بس تمنا ہے ہنٹر کے دل کی یہی
بیوٹی کوین ملے جرمنی کی طرح

ممکن ہے جس ماحول اور جن لوگوں کے درمیان یہ اشعار کہے گئے ہیں وہاں قابلِ قبول ہوں لیکن انہیں مزاحیہ کہنا درست نہیں۔’’ایک لفظ کی موت بھی اس صنف کی موت کہی جاتی ہے‘‘ ہنٹر کو لفظیات، تلفظ اور ان کے استعمال پر توجہ دینے کی سخت ضرورت ہے۔

وقار کیسے ادب کا بڑھاؤ گے بھڑ کس
مشاعرے میں لطیفہ سناؤ گے بھڑ کس
کھاتے رہے سب مرغ مسلم مرے پیچھے
تھا ڈونگے میں رکھا ہوا پڑوا مرے آگے

ان دنوں شاعر کا مقام مشاعروں میں شرکت، کتابوں کی اشاعت، اعزازات واکرامات وغیرہ سے طے کرنے کا چلن عام ہے۔ میں اس کو درست نہیں مانتا کیونکہ فی زمانہ ان کا حصول جوڑ توڑ اور لینے دینے پر منحصر ہے۔ در حقیقت ان سے صِل رکھنے کے بعد ہی فن پروان چڑھ سکتا ہے۔

فن مسلسل سفر کے مترادف ہے۔منزل تک پہنچنے کے لئے سفر لازم ہے اور سفر بہر حال مشقت طلب ہوتا ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ منزل خود مشقت کرنے والوں کا استقبال کرتی ہے۔اگر ہنٹر سفر کی صعوبتوں سے نہیں گھبرائے تو کامیاب ہو سکتے ہیں۔ان کو سفر جاری رکھنا چاہئے۔

☆☆☆

بے نام گیلانی
KatraBagh.NaiSarai
BiharShareef.
Nalanda-80310bihar

اردو معاصر دور کے حوالے سے

جب سے دنیا تشکیل ہوئی ہے تب سے ہی یہاں موجودات کے عروج وزوال کا سلسلہ جاری ہے۔ یہاں جس طرح عروج کے لئے وجود کا ہونا ناگزیر ہے وہیں زوال کے لئے عروج کا ہونا بھی ناگزیر ہے۔ چونکہ زبانیں اسی خاک ارض پر جنم لیتی ہیں' ارتقائی حالت سے گزرتی ہیں اور پھر عروج کے آخری زینے تک رسائی حاصل کرتی ہیں اور اس کے بعد زوال پذیر ہوتی ہیں۔ اس کے بعد فنا کے گھاٹ بھی اتر جاتی ہیں۔ یہ دنیا اور زبان کی قدیم روایت رہی ہے۔ ایسے میں کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ کوئی بھی زبان ازل تا ابد لافانی رہی ہے یا رہے گی۔

اردو زبان ایک مخلوط زبان ہے۔ اس کی پیدائش کو ابھی کوئی سات، آٹھ سو سال گزرے ہیں۔ اس لحاظ سے زبان اردو کو بہت قدیم زبان بھی نہیں کہا جا سکتا ہے اور نہ ہی بالکل جدید زبان کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد بھی کئی زبانیں تشکیل پائی ہیں۔ بہرکیف اردو معاصر دور میں مشرقی برصغیر کی ایک مقبول ترین زبان ہے جس سے انکار کرنا حقیقت کے منافی ہوگا۔ تاہم یہ کہنے میں کوئی تردد نہیں ہے کہ جتنے کم عرصے میں اردو نے عوامی مقبولیت حاصل کی اور ایک بین الاقوامی زبان بن کر ابھری شاید ہی کسی دوسری زبان کو اتنے کم عرصے میں اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی ہوگی۔ آج اردو کم وبیش دنیا کے 33 ممالک میں بولی، سمجھی، پڑھی اور لکھی جاتی ہے۔ لیکن چند خودغرض مفاد پرست اور اردو زبان کے احوال وکوائف سے ناآشناؤں کو اردو کا مرثیہ پڑھنے میں، اردو کا ماتم کرنے میں اور اردو کا رونا رونے میں اپنی تمام توانائی صرف کر رہے ہیں۔ تاکہ اردو کی تجہیز وتکفین کے نام پر عوام اور حکومت سے موٹی موٹی رقم وصول کی جا سکے۔

یہ انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ ایسا کہنے اور کرنے والے وہ ہیں جو اردو کی روٹیاں توڑ رہے ہیں اور اردو ہی کے ذریعہ لاکھوں کی تنخواہ اٹھا رہے ہیں۔ مگر اردو کے لیے کسی بھی قسم کی قربانیاں دینے سے گریز کرتے ہیں۔ حیرت انگیز امر یہ ہے کہ ایسے ہی لوگ اردو معاشرے میں عزت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں اور عوام کی جانب سے انہیں معزز اور معتبر اور عالی مرتبت انسان تسلیم کیا جاتا ہے۔ ایسا وہ لوگ کر رہے ہیں جو اردو کی زبوں حالی کے نام پر اپنا تاج محل تعمیر کرنے والوں کی فطرت وجبلت سے واقف ہیں لیکن ان کے عہدے اور پیشہ کے سبب ان سے مرعوب ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ مرعوب ہونے والے مرعوب کرنے والے سے زیادہ مخلص اور ہمدرد اردو ہیں۔ لیکن ان کے پاس نہ عہدہ ہے اور نہ ہی لاکھوں روپے کی آمدنی۔ اپنی کم مائیگی کہ باوجود وہ اردو کے تئیں اپنے فریضہ کو بطریق احسن نبھاتے ہیں۔ لیکن اس مخلصانہ عمل کی نہ انہیں داد ملتی ہے اور نہ ہی صلہ۔

چلیے ماضی میں جو اردو کے ساتھ ہوا سو ہوا۔ لیکن عہد حاضر میں اردو کا جس قدر رونا رویا جا رہا ہے وہ اس ناچیز کے خیال سے بیجا ہے۔ آج اردو اپنی سرحدیں باعبور کر کے بہت دور تک جا پہنچی ہے جس پر اہل اردو کو افتخار ہونا چاہیے۔ بلاشبہ اردو کی پیدائش ہندوستان میں ہوئی، اس کی پرورش وپرداخت بھی ارض ہند ہی پر ہوئی۔ اس نے ارتقائی منازل بھی اسی سرزمین پر طے کی اور آج یہ عالمی پیمانے پر جس مقام پر ہے وہ بھی اس ارض ہند کی دین ہے۔ ویسے آزادی کے بعد اس کم سن زبان کے ساتھ بدسلوکی کی گئی بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ دشمنان اردو اس کے وجود کو مٹانے کے درپے ہو گئے۔ ان میں یوں تو کچھ گروہ کا اہم کردار تھا۔ لیکن حکومتی طور پر بھی اس کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس کا جو حق تھا اسے کھلے طور پر سلب کیا گیا اور اس کی نازکی، شیرینی کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی۔ وہ تو واقعی انتہائی سخت جان ہے کہ بالکل ہی ناگفتہ بہ حالات میں بھی یہ خندہ وفرخندہ رہی بلکہ نامساعد حالات میں یہ مسلسل پیش قدمی کرتی رہی اور آج یہ ناچیز جب نگاہ عمیق سے اردو کے فروغ کا جائزہ لیتا ہے تو اردو آج غالب اور میر کے دور سے بھی چند قدم آگے نظر آتی ہے۔ غالب اور میر کا عہد جسے اردو کا زریں عہد بھی کہا جاتا ہے بلاشبہ شاعری کے اعتبار سے بڑا زریں رہا۔ لیکن اسی پس منظر میں اگر اس دور کا جائزہ لیا جائے تو یہ کہنا شاید غلط نہیں ہوگا کہ اردو جس معیار اور بلندی پر آج نظر آ رہی ہے وہ کسی بھی اعتبار سے اس دور سے کم نہیں ہے۔ غالب ومیر کے دور میں اردو ان الفاظ سے محروم تھی جو الفاظ آج اردو میں وسیع پیمانے پر استعمال ہو رہے ہیں۔ وہ اس دور میں اردو میں شامل نہیں تھے۔ گوکہ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ اصطلاحات کے معاملے میں اردو آج بھی کم مائیگی کا شکار ہے۔ لیکن اس کے باوجود جتنے

اصطلاحات آج اردو میں مستعمل ہیں پہلے نہیں تھے۔ آج جتنے حوالہ جات اردو زبان میں دیگر زبانوں کے موجود اور مستعمل ہیں ماضی میں قطعی نہیں تھے۔

بلاشبہ ہر زبان اپنی ہیئت کی وجہ سے پہچانی جاتی ہے۔ غالبؔ و میرؔ کے زمانے میں بھی ہیئت اردو کی وہی تھی جو آج ہے۔ لیکن تراکیب میں جو انقلابی تبدیلی آئی ہے اس کی افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ دوسرے جو اسالیب معاصر دور میں مروّج ہیں ماضی میں نہیں تھے۔ کسی زبان کے اقدار و معیار کا تعین صرف اس کی شاعری سے نہیں کی جاسکتی ہے بلکہ اس کے تعین کے لیے تمام اصناف کا احاطہ ضروری ہے۔ جب تمام اصناف کے محاسبے کے بعد جو نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ آج کی اردو کا دامن قبل سے کافی وسیع ہو چکا ہے۔ بلاشبہ ناول نگاری میں کچھ کمی آئی ہے لیکن افسانہ نگاری کا دامن کافی وسیع ہوا ہے۔ آج جس تعداد میں افسانہ نگاری ہو رہی ہے اس کی مثال قبل میں نہیں ملتی ہے۔ آج افسانوں کے پلاٹ بھی حیرت انگیز ہوتے ہیں۔ موضوعات کے لحاظ سے آج جتنا تنوع یہاں پایا جاتا ہے قبل کے زمانے میں نہیں۔ آج سائنسی ایجادات کے علاوہ کتنے ہی خارجی پہلو اس میں سمو دیے گئے ہیں قبل میں یہ سارے نہیں تھے۔ آج کی صحافت بین الاقوامی معیار کی ہے اور یہ بین الاقوامی معاملات و حالات کی مکمل آئینہ داری کرتی نظر آتی ہے۔

جہاں تک زبان دانی کا سوال ہے تو اہل اردو نے داغؔ اور فیضؔ پر اس کی انتہا کر دی ہے۔ جب کہ حقائق کچھ الگ ہی نظر آتے ہیں۔ معلوم نہیں کیوں اہل اردو لکیر کے فقیر بنے ہوئے ہیں۔ غالبؔ کے علاوہ کسی کو الہامی شاعر تسلیم ہی نہیں کرتے جبکہ مضامین تمام شعراء پر اوپر ہی سے اترتے ہیں۔ بلا الہام کی شاعری کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح صاحب زبان یا اہل زبان صرف داغؔ اور فیضؔ کو تصور کرتے ہیں۔ یہ یوپی کے ان ناقدین کی ان سازشوں کا شاخسانہ ہے۔ جب وہ سوا دہلی والوں اور لکھنؤ والوں کے کسی کو زبان دان تصور ہی نہیں کرتے تھے۔ جب کہ اسی دور میں دبستان عظیم آباد میں شادؔ اور ناسخؔ جیسے اہل زبان بھی تھے۔ معاصر دور میں بھی ایسے کئی شعرا موجود ہیں جو اہل زبان ہیں۔ کیا ہندوستان کلیم عاجزؔ کی شخصیت کو فراموش کر سکتا ہے۔ آپ موصوف کے علاوہ بھی کئی عالمی شخصیات گزری ہیں اور موجود بھی ہیں جن کے کارنامے ناقابل فراموش ہیں۔ جہاں تک زبان دانی کا سوال ہے تو اب اس پر یوپی اور دہلی کا تسلط نہیں رہا بلکہ اب بہار، بنگال اور اڑیسہ اس معاملے میں سرفہرست نظر آتے ہیں۔ یوپی میں تو اردو اس قدر زوال پذیر ہے کہ وہاں دیہی علاقوں میں اردو پڑھنے والے کی کمی ہوگئی یہ ناچیز کا ذاتی تجربہ و مشاہدہ ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں پرنٹ میڈیا میں اردو کی حالت خراب ہے۔ یوں تو آج بھی ہزاروں اردو اخبارات شائع ہو رہے ہیں لیکن ان میں بیشتر عالم نزع میں ہیں۔ آج اخبارات کے قارئین کی بہت کمی محسوس کی جارہی ہے۔ اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ قارئین اخبارات خرید کر پڑھنا نہیں چاہتے جنہیں اخبار بینی کا کچھ شوق بھی ہے تو منگنی کے اخبار سے اپنے شوق کی تسکین چاہتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ اخبار بینوں کی تعداد آج بہت نچلی سطح پر پہنچ گئی ہے۔ لیکن یہ بھی ذہن نشیں رہے کہ اخبار فروخت کر کے کوئی بھی اخبار نہیں چلا ہے۔ اخبار چلانے کے لئے اسے حکومتی و غیر حکومتی اشتہارات کی ضرورت درپیش رہتی ہے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ حکومتی اشتہارات میں کیٹگری بنا دی گئی جس میں اردو اخبارات کو سب سے نچلے درجے میں رکھا جاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں اسے بہت کم پیسہ ملتا ہے۔ وہ بھی سالوں بعد جس کے باعث اردو اخبارات کو دشواری کا سامنا رہتا ہے۔ دوسری جانب اشتہارات کے معاملے میں وہ حکومتی اشتہارات ہو یا غیر حکومتی ہر طرف ان میں تعصب برتا جاتا ہے۔ چنانچہ اخبارات دو چار قدم چل کر دم توڑ دیتے ہیں۔ حکومت کو چاہیے کہ اس جانب بھی اپنی نگاہ مبذول کرے کیوں کہ اردو اخبارات بھی معاشرے کے آئینہ دار ہی ہوتے ہیں۔ یہ تو پرنٹ اردو میڈیا کی بات ہوئی۔ اب الیکٹرانک میڈیا کی بات کی جائے یہ بلا تردید حقیقت ہے کہ آج الیکٹرانک میڈیا کا زمانہ ہے۔ یہ ایک بہت ہی مضبوط ذرائع ابلاغ ہے جو حکومت بنا بھی سکتی ہے اور حکومت گرا بھی سکتی ہے۔ مگر صد افسوس اردو کا کوئی بھی چینل ایسا نہیں ہے جو حکومتوں پر زور ڈال سکے۔ آج بھی یہاں اردو چینل کی کمی محسوس ہو رہی اور اگر کوئی چینل منظر عام پر نظر آتا بھی ہے تو حکومت کے حقائق اجاگر کرنے کی پاداش میں اسے قصداً بند کر دیا جاتا ہے۔ لیکن جہاں ناامیدی ہوتی ہے وہیں امیدوں کے چراغ بھی روشن ہوتے ہیں۔ آج پوری دنیا میں سوشل میڈیا کی دھوم ہے اور اردو کے فروغ میں اس کا بہت ہی اہم کردار ہے۔ اردو کی پوسٹ آج ہر سوشل میڈیا پر نظر آتی ہے۔ اس کا سب سے بڑا کردار یہ ہے کہ اس کے ذریعہ جاری اردو غیر اردو داں کو متاثر کر رہی ہے اور لوگ بے تحاشہ اردو کی جانب چلے آرہے ہیں۔ چونکہ سوشل میڈیا کی رسائی عالمی طور پر ہوتی ہے اس لیے یہ اردو ان ممالک میں بھی پہنچ رہی ہے جہاں اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ عوام سوشل میڈیا کے ذریعہ بھی اپنی باتوں کی، اپنے مسائل و معاملات کی ترسیل عالمی طور پر کر رہے ہیں اور اس کے مثبت نتائج حاصل ہو رہے ہیں۔ آج اگر پورے سوشل میڈیا کا احاطہ کیا جائے تو اس کے مطابق آج اردو جس مقام پر نظر آرہی ہے اس مقام پر کبھی نظر نہیں آتی اور ایسے ایسے گھروں میں نظر آرہی ہے جہاں کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔ لیکن کچھ اردو کے ہمدرد نما دشمن اردو کا جنازہ اپنے طور پر اٹھانے کے لیے بے تاب ہیں۔ لیکن یہ بھی افسوس کا مقام ہے کہ آج بھی اردو معاشرہ انہیں لوگوں کو مرتبہ و مقام دیتا

(بقیہ صفحہ 24 پر)

جبیں نازاں
2ndFloor.J-3.GaliNo-12
NearAbdullaMasjid.RajeshPark
LaxmiNagar.NewDelhi-110092

مذہبی وادبی حلقوں میں معروف اوراحمد رضا خاں گھرانے کے معتقد شاعر سید خادم رسول عینی صاحب سے گفتگو/ مصاحبہ گو۔جبیں نازاں

سوال۔سب سے پہلے آپ اپنا مختصر تعارف قارئین کو بتانا پسند کریں گے؟

جواب۔میں سید خادم رسول عینی سید منزل مرزا پور بھدرک (اڈیشا) میں ۲۹/اپریل ۱۹۶۸ء میں ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوا۔میرے والد گرامی مفتی سید عبدالقدوس اڈیسہ کے مفتی اعظم تھے۔ہم لوگ سات بھائی ہیں،ان میں سے بیشتر علماء ہیں اور دین وملت کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

سوال۔آپ نے ابتدائی تعلیم کہاں اور کس زبان میں حاصل کی؟

جواب۔میں نے ابتدائی تعلیم بھدرک (اڈیشا) میں اڑیا میڈیم میں حاصل کی۔ اسکول میں ایک سبجکٹ اردو کا بھی رہتا تھا اور ایک سبجکٹ فارسی کا بھی۔

سوال۔آپ نے شاعری کی ابتدا کس عمر سے کی؟

جواب۔میری شاعری کی ابتدا اس وقت ہوئی جب میری عمر سترہ سال کی تھی۔میں نے اپنے پیرومرشد علامہ شاہ حبیب الرحمٰنؒ کی شان میں منقبت کے طور پر پہلا کلام کہا تھا۔

سوال۔آپ کے خاندان میں آپ سے قبل بھی کوئی شاعر گزرا ہے؟

جواب۔میرے والد گرامی کے نانا حضرت علامہ سید عبدالعزیزؒ ایک نعت گو شاعر تھے۔آپ کے کلام کے مسودے کی میں نے زیارت کی ہے اور ہمارے برادرِ اکبر حضرت علامہ سید اولادِ رسول قدسی ایک عظیم صاحبِ دیوان شاعر ہیں۔

سوال۔آپ نے سب سے پہلا مشاعرہ کب اور کہاں پڑھا؟

جواب۔سب سے پہلا مشاعرہ میں نے دھام نگر (اڈیشا) کے کل انڈیا مشاعرے میں پڑھا تھا جب میری عمر سترہ سال کی تھی۔

سوال۔مشاعرہ اردو ادب کی تہذیب وروایت کہلاتی ہے لیکن سنجیدہ طبقہ زوال آمادہ مشاعرے سے بیزار نظر آتا ہے۔مشاعرے کی سیاست اور پھر متشاعر اور متشاعرہ کو اولیت دینا اردو ادب کے لئے کتنا سود مند ثابت ہورہا ہے؟

جواب۔مشاعروں کو متشاعروں سے دور رکھنا چاہئے۔شاعر کے لئے ضروری ہے کہ وہ فنِ عروض کی بنیادی باتوں کا علم ضرور رکھتا ہو۔

سوال۔بہار کی مساجد میں نوٹ یا نظام الاوقات وغیرہ اردو میں درج مل جاتے ہیں لیکن دہلی کی مساجد میں دیوناگری داخل ہوچکی ہے،کیا کہنا چاہتے ہیں آپ؟

جواب۔دہلی اردو کا مرکز رہا ہے،عوام میں اردو کے تعلق سے پھر بیداری لانا ضروری ہے۔

سوال۔ایک وقت تھا کہ اردو زبان اشرافیہ طبقہ کی زبان کہی جاتی تھی۔آزادی کے بعد صورت حال بدل گئی،مسلمانوں کی زبان ٹھہرانے کی سیاسی کوششوں کے پسِ پردہ بہت کچھ ہوا پھر یہ مدرسہ اور خانقاہوں کی زبان بتائی گئی۔اب صورت حال یہ ہے کہ خانقاہوں اور اہلِ مدارس کے بچے انگریزی میڈیم سے تعلیم پاکر سجادہ نشیں بن رہے ہیں۔گوکہ خانقاہ میں مدرسہ چل رہا ہے لیکن اس میں انتہائی غریب یعنی غربت کی سطح سے نیچے طبقے کے مریدوں کے بچے تعلیم حاصل کررہے ہیں۔یہ کڑوی حقیقت ہے یعنی کہ اردو زبان اب خطِ غربت سے نیچے آگئی ہے؟

جواب۔درست فرمایا آپ نے،اردو پر اردو والے ہی ظلم کررہے ہیں۔آپ اپنے بچوں کو کسی بھی میڈیم میں پڑھائیں لیکن یہ ضروری ہے کہ آپ بچوں کو گھر میں اردو ضرور پڑھائیں تاکہ اس طرح اپنی مادری زبان زندہ وجاویدرہ سکے۔

سوال۔آپ نے کسی استاد سے اصلاح لی ہے تو استادِ محترم کا نام بتانا پسند کریں گے؟

جواب۔میرے استاد میرے برادرِ اکبر علامہ سید اولادِ رسول قدسی ہیں۔جو امریکہ میں مقیم ہیں۔اور تقریباً پچیس کتابوں کے مصنف ہیں۔آپ کے کئی دیوان منظر عام پر آچکے ہیں۔میں نے استادِ گرامی پر اس سلسلے میں ایک شعر کہا تھا۔

عینیؔ شعروشاعری سے جو ہے رشتہ استوار
میرے استادِ گرامی قدسی کا فیضان ہے

سوال۔آپ کی پسندیدہ کتاب جسے بار بار پڑھنا چاہتے ہوں؟

جواب۔میری پسندیدہ کتاب قرآن مجید ہے۔میرا روزمرہ کا معمول ہے کہ ہر روز نماز فجر کے بعد قرآن مجید اور ترجمہ تفسیر کے ساتھ پڑھتا ہوں۔قرآن سب سے زیادہ فصیح وبلیغ کتاب ہے۔قرآن پڑھنے سے دونوں دینی ودنیاوی فائدے ہیں اسی لئے ہم

نے کہا ہے۔

رب کے قرآن مقدس کو پڑھیں ہم بار بار
اس طرح ہم امتیاز خیر وشر پیدا کریں

سوال۔آپ اردو ادب اور عالمی ادب کے ان قلم کاروں کے نام بتائیں جنھوں نے آپ کو متاثر کیا؟

جواب۔اردو میں علامہ رضا بریلوی، حسن رضا بریلوی، ڈاکٹر اقبال، امیر مینائی، داغ دہلوی، میر تقی میر اور مرزا غالب۔غیر اردو داں میں حضرت حسان بن ثابت، حضرت عبدالرحمٰن جامی، جان ڈان، ورڈز ورتھ اور جان کیٹس۔

سوال۔آج ذرائع ابلاغ کے موثر وسائل ہمیں دستیاب ہیں پھر بھی ہم اردو زبان وادب کے حوالے سے خاطر خواہ مطمئن نہیں ہیں، کیوں؟

جواب۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مشمولات کا معیار گرتا جا رہا ہے۔ہمیں معیار پر دھیان دینا چاہئے اور مزید محنت سے کام کرنا چاہئے۔

سوال۔حالانکہ ہم گلوبل ویلیج دور کے پروردہ ہیں، اب دوریاں نزدیکیوں میں تبدیل ہو چکی ہیں تو ایسے میں وطن سے دور رہنا کوئی خاص معنی نہیں رکھتا، یہ خیال کہاں تک درست ہے؟

جواب۔درست فرمایا آپ نے۔سوشل میڈیا کی وجہ سے دوریاں سمٹ گئی ہیں، فاصلے بھی مٹ گئے ہیں۔اب کثرت سے آن لائن مشاعرے ہو رہے ہیں جس میں برطانیہ، امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ وغیرہ کے ادیبوں اور شاعروں سے بھی ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں اور ان سے تبادلۂ خیال بھی بہ آسانی ہو جاتا ہے۔

سوال۔جاپانی زبان، چائنیز زبان، فرانسیسی زبان، لاطینی زبان، عبرانی زبان پڑھ کر سائنس داں، انجینئر اور ڈاکٹر بن سکتے ہیں مگر اردو زبان پڑھ کر کیوں نہیں بن سکتے؟

جواب۔بالکل اردو میں پڑھ کر بھی سائنس داں بن سکتے ہیں۔مرزا غالب کے اشعار دیکھیں ان میں سائنسی مفاہیم کی فراوانی ہے۔اردو میڈیم کو اہمیت دینی چاہئے اور بچوں کو عصری علوم اردو میں بھی دئے جا سکتے ہیں اور وہ کامیاب بھی ہو سکتے ہیں۔

سوال۔عالمی زبان میں اردو کا تیسرا مقام کبھی تھا۔باوجود اس کے اب تک نوبل انعام سے محروم ہے جب کہ بنگالی زبان کا مقام سب جانتے ہیں لیکن نصف صدی قبل نوبل انعام سے بنگالی زبان کو نوازا جا چکا ہے۔آپ کی نظر میں کیا خاص وجہ ہو سکتی ہے؟

جواب۔میرے خیال میں ڈاکٹر اقبال اور ان جیسے کئی اردو شعراء نوبل انعام کے حقدار ہیں۔لیکن تعصب کی وجہ سے انہیں نظر انداز کیا گیا یا ہو سکتا ہے کہ عالمی سطح میں ہم اپنی آواز موثر طریقے سے پہنچا نہیں سکے۔

سوال۔اردو زبان شعر وادب کے دم پر زندہ رہنے کی طاقت رکھتی ہے؟

جواب۔بے شک! شعر وادب اردو زبان کی جان اور پہچان ہے۔جو دل کشی اور جاذبیت اردو شاعری میں ہے وہ کسی بھی دوسری زبان کی شاعری میں ناپید ہے۔

سوال۔آپ اپنی زندگی کے خوش گوار یا یادگار لمحے قارئین کو بتانا چاہیں گے؟

جواب۔میری ادبی زندگی کی خوش گوار یادیں لکھنؤ سے جڑی ہوئی ہیں جہاں میری شاعری کی نشو ونما ہوئی۔میں تین سال لکھنؤ میں رہا اور لکھنؤ کے مختلف طرحی مشاعروں میں باضابطہ میری شرکت ہوتی رہی اور میرے کلام لکھنؤ کے اخبار ورسائل اودھ نامہ، راشٹریہ سہارا، صحافت اور نیا دور وغیرہ میں تواتر کے ساتھ شائع ہوتے رہے۔لکھنؤ کے میرے دوست احسن اعظمی مرحوم بھلائے نہیں جا سکتے۔تقریباً ہر مشاعرے میں ان کی صحبت رہتی تھی۔احسن اعظمی کے ساتھ ہماری ایک خوش گوار ادبی دوستی تھی۔افسوس کہ گزشتہ سال کورونا سے ان کا انتقال ہو گیا، اللہ انہیں غریق رحمت فرمائے آمین۔

سوال۔اب تک آپ کی نثری وشاعری پر مبنی کتنی تصانیف منظر عام پر آ چکی ہیں؟

جواب۔میرے نعتیہ کلاموں کا مجموعہ ''رحمت ونور کی برکھا'' شائع ہو کر مقبول عام ہو چکی ہے۔اس کتاب میں میرے تقریباً دو سو کلام ہیں۔اس کتاب میں علامہ قدسی، علامہ ہاشمی، ڈاکٹر مشاہد رضوی، علامہ رفیق مصباحی، حضرت احسن اعظمی کی تقریضات شامل ہیں الحمدللہ ان بڑی شخصیات نے میری شاعری کی پذیرائی کی ہے اور میری زود گوئی اور خوب گوئی کا اعتراف بھی کیا ہے۔اس کے علاوہ ''نظرِ عمیق''، نقد ونظر اور مناقبِ مفتیِ اعظم اور منقبتوں کے مجموعہ کی ترتیب میں نے دی ہے۔

سوال۔ہر سال انگریزی زبان اپنی لغت میں پانچ نئے الفاظ کا اضافہ کرتی ہے، ہندی زبان تین الفاظ کا مگر اردو والے اضافہ تو دور سابقہ الفاظ متروک کئے جا رہے ہیں۔ہمیں اس پہلو پر غور کرنا چاہئے یا نہیں؟

جواب۔یہ درست ہے کہ اردو کے کچھ الفاظ متروک کئے جا رہے ہیں مگر ساتھ ہی ساتھ نئے الفاظ بھی شامل ہو رہے ہیں۔

سوال۔ہم روزمرہ اور عام بول چال میں دوسری زبان کے الفاظ اسی صورت میں قبول کرنے کے عادی بن چکے ہیں جو اردو زبان کے الفاظ بن چکے ہیں۔مثلاً پولیس۔ایف آئی آر، کمشنر، جج، کانسٹبل، بینک، اسٹیشن، پلیٹ فارم، پولنگ بوتھ، ٹوتھ پیسٹ، برش وغیرہ۔یہ ہماری غفلت ہے یا کچھ اور؟

جواب۔اردو کا دامن اتنا وسیع ہے کہ وہ کسی بھی غیر اردو زبان کے الفاظ کو بحسن وخوبی اپنے دامن میں سمیٹ سکتی ہے اور یہی اردو زبان کی خوبی ہے۔

سوال۔اہلِ اردو کی خاص توجہ صنف شاعری پر مرکوز رہتی ہے۔غزل پر ساری توانائیاں صرف کر دی جاتی ہیں۔غزل گو شعراء کی ایک تہائی آبادی اگر اصطلاح وغیرہ وضع کرنے میں منہمک ہوتی تو اردو کا دائرہ کار وسیع نہیں ہوتا کیا آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب۔الحمدللہ! آج کل غزل کے علاوہ نظم، آزاد نظم، نثری نظم، ہائیکو، دوہا، رباعی پر توجہ دی جا رہی ہے مثال کے طور پر ہمارے استاد گرامی علامہ قدسی کے دیوانِ رباعی، دوہا، ہائیکو میں بھی منظر عام پر آ چکے ہیں۔دیگر شعراء کو بھی اس پر مزید توجہ دینی چاہئے۔

سوال۔اردوزبان کی پیشانی سے ”یہ شعروادب کی زبان ہے“ کی مہرمٹانے کے لئے ہمیں کیا کرنا ہوگا؟

جواب ۔شعروادب کے علاوہ ہمیں نثر پر بھی توجہ دینی چاہئے ۔افسانہ نگاری انشاپروازی پر بھی کام کرنا چاہئے ۔اس کے علاوہ نقدوتبصرہ پر توجہ مرکوز رہے۔ نقدوتبصرہ سے زبان کی بہت ترقی ہوتی ہے۔علمِ عروض،علمِ معانی،علمِ بلاغت پر بھی مزید کام ہونا ضروری ہے۔

سوال۔عالمی پیمانے پر اگر دس اردو شعراء کے نام کا انتخاب کیا جائے تو آپ کسے منتخب کریں گے؟

جواب۔علامہ رضا بریلوی،ڈاکٹر اقبال،حسن رضا بریلوی،امیر مینائی،میر تقی میر،مرزا غالب،الطاف حسین حالی،مومن خاں مومن،میر درد،میر انیس۔

سوال۔یوں تو اردو شعراء ستاروں کی تعداد میں پائے جاتے ہیں لیکن میر وغالب' اقبال،فیض وفراق کے نام کے بعد انتخاب میں تنازع ہوجانے کا احتمال ہے،پھر یہ کہنا کہ ”جو ذرہ جہاں ہے وہیں آفتاب ہے“۔کیا خیال ہے؟

جواب ۔استاد شعراء کا اپنا اپنا مقام ہے۔سبھوں کا رنگ جدا ہے۔کسی کے کلام میں خوبیِ معانی ہے،تو کسی میں سوزوگداز ہے۔کسی کے کلام میں سہل ممتنع ہے تو کسی میں مشکل پسندی،کوئی علامت کی دنیا کا سلطان ہے تو کوئی تشبیہات واستعاروں کا بے تاج بادشاہ۔کوئی غزل گوئی میں یکتا وبے نظیر ہے تو کوئی مثنوی وقصیدہ نگاری میں بے مثال ہے

سوال۔ایک بار پھر رخ کرتے ہیں نجی سوال کی طرف،آپ کو ادبی اعزازات سے بھی نوازا جا چکا ہوگا۔اس کی تفصیل قارئین کو بتانا پسند کریں گے؟

جواب۔الحمدللہ!ہمیں حسان بن ثابت ایوارڈ اور نسیم ملت ایوارڈ سے نوازا گیا ہے۔

سوال۔آپ اپنی شاعری سے مطمئن ہیں؟

جواب ۔جی نہیں!کیونکہ میں سرکاری ملازمت میں ہوں ۔اس لیے کماحقہٗ مطالعہ کا وقت نہیں ملتا۔مطالعہ سے شاعری میں مزید نکھار آئے گا،دعا فرمائیں۔

سوال ۔چونکہ یہ مصاحبہ ”واٹس ایپ ادبی تنظیم' کی جانب سے کیا جا رہا ہے آپ قرطاسِ ادب تنظیم کے تعلق سے اردو زبان کے تناظر میں کوئی پیغام دینا چاہیں گے؟

جواب ۔ بزمِ ”قرطاسِ ادب“ اردو کی خدمت بہت عمدہ انداز سے انجام دے رہی ہے۔ہر روز بہت معلومات افزا مضامین اور کلام پڑھنے کو ملتے ہیں۔ہمارا پیغام ہے کہ اردو والوں کو چاہئے کہ اردو اخبار ورسائل خرید کر پڑھیں۔شاعر ہو یا ادیب یا محض اردو داں،سب اگر اردو اخبار ورسائل خرید کر پڑھنے کی عادت بنالیں تو اردو کی ترقی ضرور ہوگی اور موجودہ بحران سے بچ جائے گی۔

سوال۔آپ اپنے چند منتخب کلام قارئین کرام کی نذر کرنا چاہیں گے؟

جواب۔لیجئے.........پانچ غزلیں پیشِ خدمت ہیں

غزل۔۱

تو پژمردہ پیڑوں کو یوں باثمر رکھ۔توانائی دے شاخ کو بااثر رکھ
نہ کر فخر اجداد کے تو شجر پر۔تو شاخوں پہ خود کاوشوں کا ثمر رکھ
ہے انکار کرنا بہت سہل وآساں۔تو اقرار کا حوصلہ اے بشر رکھ
زمینی حقائق رہیں تیرے آگے۔نظر اپنی چاہے سدا چرخ پر رکھ
نہ ہو جائے مانندِ آتش سراپا۔مرے دل کی اے جانِ جاناں خبر رکھ
کر احقاقِ حق اور ابطالِ باطل۔یہ جذبہ ہر اک موڑ پر بے خطر رکھ
سبھی کی محبت سما جائے دل میں۔تو اس میں ہمیشہ محبت کا گھر رکھ
گہر خود ہی آجائے گا پاس عینیؔ۔نہایت پہ منزل کی گہری نظر رکھ

غزل۔۲

دردوغم سے وہ بشر آزاد ہے۔قلب میں جس کے خدا کی یاد ہے
حکمرانِ وقت سب خاموش ہیں۔بے اثر مظلوم کی فریاد ہے
حق پرستو!رب کی نصرت آئے گی۔جبرِ باطل کی بھی اک میعاد ہے
آگ نفرت کی بجھے بھی کس طرح۔تلخیوں کا اک جہاں آباد ہے
دل ہے چھلنی اس کا سنگِ بغض سے۔جس کے ہونٹوں پر مبارک باد ہے
دیکھیے موجد کی آنکھوں سے ذرا۔خوبصورت کس قدر ایجاد ہے
غالب آئے غم کا لشکر کس طرح۔دل میں یادِ یار جب آباد ہے
عینیؔ رکھنا رب پہ ہردم اعتماد۔ورنہ تیری زندگی ناشاد ہے

غزل۔۳

نخلِ نخوت کو ہمیشہ بے ثمر رکھا گیا۔صبر کے ہر اک شجر کو بارور رکھا گیا
سلسلہ بڑھتا گیا ان کے ستم کا اس قدر۔میرے ٹوٹے دل کے آنگن میں حجر رکھا گیا
لگ رہا تھا بھیڑ میں وہ ضوفشاں کچھ اس طرح۔درمیانِ انجم جیسے اک قمر رکھا گیا
شک کی عینک جب اتاروگے تو مانوگے ضرور۔منصبِ عالی پہ مجھ کو جانچ کر رکھا گیا
دردوغم کی آگ اسی سے ایک دن بجھ جائے گی۔ان کے سوزِ عشق میں ایسا اثر رکھا گیا
بحر سے دوری ہے مجھ کو کیسے سیرابی ملے۔زیست میں میری سرابِ بے اثر رکھا گیا
روز وشب چوبیس گھنٹے کم پڑے اپنے لئے
اس قدر کیوں وقت عینیؔ مختصر رکھا گیا

☆☆☆

غزل۔۴

صحنِ دل کے سبھی پھولوں کو جواں رہنے دو۔پر شباب اپنے چمن کا یہ سماں رہنے دو
پھر کبھی سر نہ اٹھا پائیں جہاں کے ظالم۔سینۂ ظلم پہ سیدھا سا نشاں رہنے دو
ہو نہ جائے کبھی احساس کا بلبل غمگیں۔اس کو رکھو نہ نہاں بلکہ عیاں رہنے دو
تم کو رکھنا ہے تقدس کی فضا قائم اگر۔دل کی مسجد میں محبت کی اذاں رہنے دو

آبِ عرفاں سے رہیں حق کے مسافر سیراب۔ اپنے اطراف ہدایت کا کنواں رہنے دو
دل کرو فتح تم اخلاص کی تلواروں سے۔ نفرت و بغض کے تم تیغ وسناں رہنے دو
درد دروازۂ دل پر نہ دے دستک عینیؔ
مدحِ محبوب سدا اور دِ زباں رہنے دو

غزل۔۵

دیکھو جہاں بھی ایک ہی خاور ہے ہر طرف۔ تاروں کے قافلے کا یہ رہبر ہے ہر طرف
بھر آئی دیکھ دیکھ کے امن واماں کی آنکھ۔ انسانیت کے خون کا منظر ہے ہر طرف
تنہا لڑیں گے خنجرِ خلق و وفا سے ہم۔ گرچہ جہاں میں بغض کا لشکر ہے ہر طرف
بے خوف کیسے زیست کی رہ پائے گی فضا۔ سانپوں کا سانپ دشت میں اجگر ہے ہر طرف
خالی ملیں گے سیپ سمندر کی گود میں۔ مت سوچیے کہ سیپ میں گوہر ہے ہر طرف
دریا کے ذہن میں یہ سسکتا سوال ہے۔ کیوں اس قدر خموش سمندر ہے ہر طرف
دنیا میں اک فقیر سے ملتا گیا قرار۔ عینیؔ اگرچہ شورِ سکندر ہے ہر طرف

سوال۔ اردو زباں کا مستقبل آپ کی نظر میں؟

جواب۔ ہمیں مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ڈاکٹر اقبال فرماتے ہیں۔

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

☆☆☆

(اردو معاصر دور۔۔۔۔کا بقیہ)

ہے جو اردو کی جڑیں کھودنے میں شب و روز مصروف ہیں۔

جہاں تک اردو کے فروغ میں حکومتی مشینری کے کردار کا سوال ہے تو حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان میں ہزاروں زبانیں مستعمل ہیں۔ اب حکومت کس کس زبان پر اپنی توجہ مرکوز کرے گی۔ خود ریاست بہار میں ہر 11 کلومیٹر پر زبان تبدیل ہوتی ہے۔ پھر جس زبان کے فروغ میں حکومتی امداد یا تعاون کا مطالبہ کیا جاتا ہے اس زبان کے اہل زبان کو بھی تگ و دو کرنا پڑتا ہے۔ ایک مسلسل جدوجہد جاری رکھنا ہوتا ہے۔ لیکن اردو دنیا میں اس سلسلے میں جمود و سکوت سے زیادہ کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ ویسے حکومت بہار اس کے لیے کوشاں ہے اور ضلع میں اس کی جانب سے اردو کے متعلق کم از کم 3 پروگرام تو ہر سال منعقد ہو رہے ہیں۔ جن میں اہل اردو کے بچوں کی حوصلہ افزائی بھی کی جاتی ہے۔ طبع آزمائی کا موقع بھی دیا جاتا ہے جس سے زبان و بیان میں نکھار آتی ہے اور پروازِ تخیل میں اضافہ ہوتا ہے، افکار میں عمق پیدا ہوتا اور فن خطابت سے بھی وہ آشنا ہوتے ہیں۔ اسکولوں میں اردو کے اساتذہ بھی ہیں۔ یہ دیگر امر ہے کہ حسب ضرورت نہیں ہیں یا اردو کے اساتذہ کو دوسرے موضوعات کی تعلیم دینے کی ذمہ داری دے دی جاتی ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو جب اسکول میں اردو کے طلبہ و طالبات ہی نہیں رہیں گے۔ ظاہری بات ہے کہ اساتذہ کو بیٹھا کے تنخواہ نہیں دی جا سکتی۔ یہاں ان لوگوں کو خود احتسابی سے کام لینا چاہیے۔

☆☆☆

(اظہر نیرؔ اور ان کی غزلیہ شاعری کا بقیہ)

آواز پہ آواز وہ دیتا رہا نیرؔ۔ ہم نے مگر اک بار بھی مڑ کر نہیں دیکھا
نیرؔ کسی بھی دوست سے امید تھی عبث۔ احباب سے کوئی بھی تقاضا فضول تھا
نیرؔ مکان بھائیوں کو دے دیا مگر۔ بٹوارا ہم نے صحن کا ہونے نہیں دیا
دریچہ کھول کے نیرؔ نہ دیکھئے باہر۔ لہولہان مناظر کا سلسلہ ہے ابھی

اظہر نیرؔ ایک ایسے شاعر کا نام ہے جس نے صحیح معنوں میں زندگی کے مفہوم کو سمجھا ہے اور اسے اشعار کے قلب میں کچھ اس طرح ڈھالا ہے کہ اس کا اثر براہ راست پڑھنے والوں کے ذہن و دل پر ہوتا ہے۔ تفصیلی واقعات اور حادثات کو مختصر طور پر پیش کرنے کے فن سے بھی وہ اچھی طرح واقف ہیں۔ خود ہی اظہر نیرؔ نے اپنے ایک مقطع کے ذریعہ اس بات کا اعتراف کیا ہے۔

لوگ کہتے ہیں اسی شخص کو اظہر نیرؔ۔ جس نے کوزے میں سموئے ہیں سمندر بابا

اب ان کے متفرق اشعار بھی دیکھتے ہیں۔

سخاوت جن کا شیوہ ہو محبت جن کا حصہ ہو۔ چھپا کر آستیں میں وہ کبھی خنجر نہیں رکھتے
ایسے انساں سے کبھی امید کیا، رکھے کوئی۔ دیکھنے میں آدمی ہے دل مگر پتھر کا ہے
ہاں ضروری ہے عبادت میں توجہ کا عمل۔ سر ہی کیا سجدے میں دل کو بھی جھکا کر دیکھئے
حال پتھر کے زمانے کا اگر لکھو گے۔ آج کے دور کے انسان کو پتھر لکھنا
بہ وقتِ شام سمندر میں گر گیا سورج۔ تمام دن کی تھکن سے نڈھال ایسا تھا
میں نے جو دادِ ستم دی تو وہ ظالم خوش ہے۔ اس کی کم ظرفی مرا ظرف ذرا دیکھو تو

شاعر وہی مقبول اور معتبر ہوتا ہے جسے وقت اور حالات شاعر تسلیم کرلے اور یہی ہوا ہے اظہر نیرؔ کے ساتھ بھی۔ انہوں نے اپنے آپ کو شاعر منوایا نہیں بلکہ ان کے کلام نے خود انہیں ایک معتبر شاعر کی حیثیت سے ادب کے حصار میں لا کھڑا کیا ہے۔ اظہر نیرؔ سے ابھی اور بھی امیدیں وابستہ ہیں۔ انہیں اور بھی آگے جانا ہے کیونکہ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں۔ میری نیک خواہشات ان کے ساتھ ہیں۔ میں نے ان کے مقطع سے مضمون شروع کیا تھا اب ان ہی کے مقطع سے مضمون ختم کرتا ہوں۔

ہر کسی کو یہ ہنر آ نہیں سکتا نیرؔ
مختصر لفظوں میں مفہوم بڑھا کر لکھنا

☆☆☆

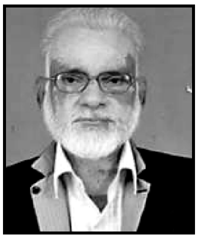

طنز و مزاح

منظور پروانہ (انشائیہ)
ChickenShoppe
Nazirabad.Lucknow-226018
Mob-9452482159

جادو شاعری کا

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ ہاں! یہ سچ ہے اور شاید ہی کسی کو اس سے اختلاف ہو۔ کیونکہ جادو کا اثر انسان اور حیوان پر یکساں ہوتا ہے۔ موسیقی ایک جادو ہے جس کا اثر انسانوں کے ساتھ حیوانوں پر بھی ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح شاعری بھی ایک جادو ہے جس کا اثر انسانوں پر ہی نہیں حیوانوں پر بھی ہوتا ہے۔ اور کچھ زیادہ ہی ہوتا ہے۔ موسیقی کا اثر جانوروں پر بس اتنا ہوتا ہے کہ اس سے لطف اندوز ہو کر مست ہو جاتے ہیں۔ مگر شاعری کے جادو کا اثر ایسا ہے کہ جانور نہ صرف شاعری کرنے لگے بلکہ اپنی زندگی میں اہمیت بھی دینے لگے۔ اس کا علم مجھے اس وقت ہوا جب میرے مخبرّ وقت دوست نے یہ اطلاع دی کہ جنگل میں ایک ہرن ''صنم جنگلی'' کے نام سے باقاعدگی کے ساتھ شاعری فرما رہی ہے۔ شاعری کی وجہ سے اس کی مقبولیت عروج پر ہے۔ اس کی مقبولیت و محبوبیت اور شہرت سے متاثر ہو کر جنگل کے راجہ کے دل میں بھی شاعری کرنے کا خیال بار بار طوفان اٹھانے لگا۔

جنگل کے راجہ نے اس سلسلے میں جب رانی سے مشورہ کیا تو راجہ کی بات سن کر رانی کا ماتھا ٹھنکا۔ اس نے سوچا اگر راجہ شاعری کرے گا تو شاعروں سے گھرا رہے گا اور اس طرح کا ہل ہو جائے گا۔ پھر راج کاج کیسے چلے گا۔ اس لئے رانی نے راجہ سے سوال کیا ''اگر آپ شاعری کریں گے تو راج کاج کیسے چلے گا''؟

راجہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا: رانی صاحبہ آپ تو سمجھ دار ہیں، اور آپ جانتی ہیں کہ شاعری تصوراتی عمل ہے۔ اس عمل سے دماغ تیز ہوتا ہے ....جب دماغ تیز چلے گا تو ہر کام بھی تیزی سے ہوگا۔ اسی کے ساتھ شاعری سے عوام میں ہماری مقبولیت بھی بڑھے گی اور..........

رانی نے دہاڑتے ہوئے راجہ کی بات کاٹ کر کہا: شاعری سے تمہارا دماغ الٹا ہو جائے گا۔ راج کاج بگڑ جائے گا۔ اور ایک دن ایسا آئے گا کہ رعایا ہونگ کر کے نہ صرف عزت کو خاک میں ملائے گی بلکہ بیزار ہو کر تمہارا تختہ الٹ دے گی۔

راجہ نے وحشت زدہ نظروں سے رانی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''کیا شاعری ایسی چیز ہے''؟

ہاں! سو فیصدی شاعری ایسی ہی چیز ہے۔ دورِ حاضر میں شاعری کا میدان صرف صنفِ نازک کے لئے ہی ہے کیونکہ صنفِ نازک زیادہ تر تصورات کی دنیا آباد کیے رہتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شاعری بے کار لوگوں کا مشغلہ ہے۔ رانی نے جواب دیا۔

راجہ نے مایوس ہو کر سوال کیا ''تو پھر آخر میں کیا کروں''؟

تم بھی انسانوں کی طرح ایک درباری شاعر رکھ لو۔ جو تمہاری تفریح کے لئے شاعری کیا کرے گا۔ رانی نے جواب دیا

''تمہارا مشورہ تو برا نہیں ہے''۔ راجہ نے کہا

اس مشورے سے اچھا کوئی اور مشورہ ہو ہی نہیں سکتا۔ رانی نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

مگر سوال یہ ہے کہ درباری شاعر کا انتخاب کیسے ہو۔ راجہ نے پھر پوچھا۔ رانی نے جواب دیا۔ اس میں کیا پریشانی ہے؟ تم ''صنم جنگلی'' کو حکم دو کہ وہ مقررہ تاریخ پر جنگل کے تمام شاعروں اور شاعرات کو مدعو کرے ہم سب ان کی شاعری سنیں گے اور ان میں سے درباری شاعر کا انتخاب کر لیا جائے گا۔

دوسرے دن راجہ نے ''صنم جنگلی'' کو طلب کیا۔ پوری بات بتائی اور ''صنم جنگلی'' نے راجہ کے حکم کی تعمیل میں جنگل میں منادی کرا دی۔

مقررہ تاریخ پر راج محل کے سامنے تمام شعراء اور شاعرات کے علاوہ سامعین بھی موجود تھے۔ ڈائس پر راجہ اور ان کے وزیر لومڑی کے ساتھ ''صنم جنگلی'' بھی براجمان تھیں۔ راجہ نے کاروائی شروع کرنے کا حکم دیا۔ صنم جنگلی نے موجود مجمع کو خطاب کرتے ہوئے کہا۔ شاعر اپنا منتخب کلام سنائے گا، جس کا کلام پسند آئے گا اسے درباری شاعر کے خطاب سے نوازا جائے گا اور اسے وزیر کا درجہ ملے گا۔

تمام شرکا نے ایک ایک کر کے اپنا کلام سنانا شروع کیا۔ ابھی یہ سلسلہ چل ہی رہا تھا کہ.........اچانک رانی نے کہا کہ اگر اسی کا نام شاعری ہے تو مجھے بھی امیدوار مانا جائے اور میرا کلام بھی سنا جائے۔ راجہ نے تعجب سے رانی کی طرف دیکھا مگر ''صنم جنگلی'' نے انہیں اجازت دے دی۔ رانی نے ترنم کے ساتھ اپنا کلام سنانے کے ساتھ کلام پر جو جسمانی بھاؤ بتائے اسے دیکھ کر تمام شعراء اور سامعین بے طرح داد دینے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر طرف سے رانی دیوانی رانی دیوانی کے نعرے لگنے لگے۔ آخرش ''رانی دیوانی'' کو درباری شاعر منتخب کئے جانے پر اتفاق ہو گیا۔

جب ''صنم جنگلی'' نے راجہ سے انتخاب کے سلسلے میں اعلان کرنے کی گزارش کی تو راجہ سوچنے لگا کہ کل تک رانی شاعری کی مخالفت کر رہی تھی اور مجھے شاعری کی راہ سے ہٹا کر آج خود شاعری کر رہی ہے۔ ''اسے سبق سکھانا چاہئے''

راجہ صاحب نے اعلان کیا کہ مجھے خوشی ہے کہ ''رانی دیوانی'' کو

درباری شاعر چنا گیا ہے لیکن راج گھرانے کے وقار کو برقرار رکھنے کے لئے انہیں یہ طے کرنا ہوگا کہ وہ رانی کی حیثیت کو برقرار رکھنا چاہیں گی یا درباری شاعر کی۔

شاید راجہ کو علم نہیں تھا کہ رانی پر شاعری کا جادو اثر کر چکا تھا۔ رانی نے راجہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ میں درباری شاعر کا عہدہ قبول کرتی ہوں۔ اور رانی کے منصب سے دستبردار ہوتی ہوں کیونکہ اس منصب پر نہ رہتے ہوئے بھی پورے جنگل کے باسی مجھے رانی ہی پکاریں گے یعنی ''رانی دیوانی''۔

رانی دیوانی کے اس اعلان پر پورا جنگل رانی دیوانی زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھا۔..........یہ تھا جادو شاعری کا جو سر چڑھ کر بول رہا تھا۔

☆☆☆

محمد طفیل احمد حافظؔ

At:Sonapali.Sambalpur-768006

Mob-9337303079

منقبت درشانِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ

تجدیدِ سنتِ مصطفےٰ احمد رضا کے ہی دم سے ہے
توقیرِ مسلکِ حنفیہ احمد رضا کے ہی دم سے ہے
ان سا فقیہہ نہ تھا کوئی' ان سا نہ تھا کوئی عبقری
جملہ علوم کا مرتبہ' احمد رضا کے ہی دم سے ہے
تفسیر و ترجمہ اور فقہہ' تکسیر و منطق و فلسفہ
فکر و نظر کا یہ سلسلہ' احمد رضا کے ہی دم سے ہے
اعدائے دینِ حنفیہ کا بے پردہ چہرہ ہے بدنما
ناکام دجلِ فریب زا' احمد رضا کے ہی دم سے ہے
آئینۂ سخنِ رضا' مظہر ہے حبِ رسول کا
تشویقِ نعتِ شہہِ ہدیٰ' احمد رضا کے ہی دم سے ہے
سنگم علوم و فنون کا' ہستی رضا کی ہے برملا
نقدِ قضات و محاکمہ' احمد رضا کے ہی دم سے ہے
شادابیٔ چمنِ وفا' رعنائی روشِ صفا
سرسبزیٔ شجرِ رضا' احمد رضا کے ہی دم سے ہے
اسلوبِ شعر و سخن وری' شیریں بیانی و دل کشی
حافظؔ کی طرزِ ادائگی' احمد رضا کے ہی دم سے ہے

ڈاکٹر قمرالزماں

Junihatri

SBI, MTPS.DVC Colony

Bankura-722183(W.B)

غزل

آفت کا اس جہاں میں ہر آن سلسلہ ہے
آتش فشاں نہیں تب طوفان' زلزلہ ہے
سر پھوڑوں کس جگہ میں سنگین مسئلہ ہے
جھک مارنا ہی میرا محبوب مشغلہ ہے
سرپٹ جو بھاگتے ہیں اس فانی زندگی میں
ہاتھوں میں ان کے چھالے' پاؤں میں آبلہ ہے
مونچھوں پہ تاؤ دیتے رہتا ہے شیخی خورا
احساس بھی نہیں کہ بیکار ولولہ ہے
اندھوں کے شہر میں ہی ہم جی رہے ہیں شاید
جس کو نہ سوجھتا ہے' سالارِ قافلہ ہے
ملنے کی چاہ مجھ کو ہوتی تو رہتی اکثر
دومنزلہ مکاں ہے' ممنوع داخلہ ہے
ملتی نہیں ہیں خوشیاں جب کہ کسی جگہ بھی
بزمِ طرب کا دل میں بیکار غلغلہ ہے
دنگل میں جا رہے ہو خم ٹھونک کر زماںؔ تم
ہے جاننا ضروری کس سے مقابلہ ہے؟

غـــــــــــزلیـــــــــات

عبدالمجید فیضی سمبلپوری

12/106,Nayapara
Sambalpur-768001(Odisha)

موسمِ گرما میں بارش' موسم باراں میں دھوپ
لوگوں نے بدلے ہیں چہرے' موسموں نے بدلے روپ

ژالہ باری' برف باری موسمِ سرما کی مار
دیکھیے ساون کی رُت میں جا بجا ہیں اندھے کُوپ

ہاتھ میں جامِ شراب اور ساتھ میں شامی کباب
میکشی کے درمیاں پیتے ہیں بادہ خوار سُوپ

لت میں عیاشی کی پڑ کر کھوتے ہیں ہوش و حواس
سنتے ہیں ہوجاتے گُم' جاتے ہیں جو بھی کام روپ

ابتدا میں ہر مرض سے ہوتے ہیں بے فکر لوگ
جاں پہ بن آتی ہے جب کرتے ہیں وہ پھر دوڑ دھوپ

گھر میں ٹھنڈک اور باہر بھی ہوا ہے سرد تر
موسمِ سرما میں فیضی تاپتے ہیں لوگ دھوپ

ڈاکٹر قطب سرشار

H.No:5-198.B/1,Seshadri
Nagar.MahboobNagar-1(T.S)

شجر ملول' ہوائیں خجل' فضائیں نڈھال
دروغ گوئی' جفا' ظلم اور قحطِ رجال

بصارتوں میں مناظر تمام ویرانے
سماعتوں میں ہے آواز پائے کانے دجال

بقا کی چاہ میں پیتے ہیں زہرِ صبر و رضا
غلام جبرِ سیاست بذاتِ خود ہے وبال

زمینِ مردہ کہاں انقلاب اگا پایے
نفوسِ زندہ سے ہے سوزِ حریت کا جلال

ہوا ہے ان پہ مسلط مہیب سنّاٹا
ازل سے شورِ طلب تھے جو ذوقِ بد سے نہال

ہجومِ مصلحت و کذب میں کہیں نہ کہیں
ضمیر کرتا ہی رہتا ہے تلخ و تند سوال

انجینئر عزیز تنویر کوٹوی

ZeeshanFarmHouse.BakraMandi
ChishtiyaMadrasa,SolanpurRoad
Ajmer-305003(Rajasthan)

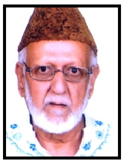

پاس جب تک تم رہے دل میں مرے ٹھنڈک رہی
اُف جدائی کی گھڑی لیکن بہت گھاتک رہی

جب سبھی اپنے پرایوں نے نگاہیں پھیر لیں
اک تری چشمِ عنایت ہاں مگر بے شک رہی

چوستے رہتے ہیں یہ انساں تو انسانوں کا خون
اور پرندوں کی نظر بس دانے پانی پر رہی

دوستی ہو تو سداما اور کانہا کی طرح
جس میں غربت اور امیری نہ کبھی بادھک رہی

کر رہا ہے کیوں خدائی دعوے جبکہ اے بشر
طاقتِ پرواز جبکہ چاند تاروں تک رہی

میری رفعت دیکھ میں کعبے کے کعبے تک گیا
ناصحا! تیری رسائی بس کہ کعبے تک رہی

کیا سیاست ہے؟ بنا وہ ہی امیرِ کارواں
یہ جبینِ شوق اے تنویر نت مستک تک رہی

سلیم انصاری

HIG-3,AnanadNagar.Adhartal
Jabalpur-482004(M.P)

زندگی کم ہے نہ جینے کی تمنا کم ہے
خود میں گم ہوں کہ مجھے خواہشِ دنیا کم ہے

نامکمل ہیں اگر میرے خد و خال تو کیا
میرے آزر نے ابھی مجھ کو تراشا کم ہے

چھوڑ دے ساتھ مرا اور کسی کی ہوجا
زندگی تجھ کو اگر مجھ پہ بھروسہ کم ہے

چیختا ہے جو سرِ شام شجر آنگن میں
اس کی شاخوں میں ابھی ایک پرندہ کم ہے

میرے مرنے کی عجب شرط لگا دی ہے گئی
ٹوٹنا مجھ کو زیادہ ہے بکھرنا کم ہے

خواب و تعبیر سے کیا میرا سروکار سلیم
سچ تو یہ ہے کہ مرا نیند سے رشتہ کم ہے

ادھو مہاجن بسمل

Vedant.PlotNo-12.PragatiGarden
BadheBasti.Mudhwa-Pune-477036

گناہ کرتا ہے چھپ کر جو تو وہ ایک دن بے نقاب ہوگا
سزا یہاں بھی ملے گی تجھ کو' وہاں بھی تیرا حساب ہوگا

سوار جس ناؤ پر ہے ناداں' اسی میں تو چھید کر رہا ہے
مجھے ڈبونے کی کوششوں میں تو خود بھی خانہ خراب ہوگا

چبھو کے کانٹے یہ نفرتوں کے نہ پیار کی پایے گا تو خوشبو
جو بو رہا ہے تو کانٹے ہر سُو کہاں سے پیدا گلاب ہوگا

غلط ڈگر پر جو چل رہے ہو تمہاری نیت صحیح نہیں ہے
نہ ہوگا مقصد تمہارا پورا' نہ کچھ تمھیں دستیاب ہوگا

کرے گی دنیا تجھے ملامت' کرے گی تاریخ تجھ سے شکوہ
نہ چین پایے گا زندگی بھر' نہ پورا ہی تیرا خواب ہوگا

رمیش تنہا

5/1,GoldenPark(MaheshNagar)
AmbalaCantt.-133001(Haryana)

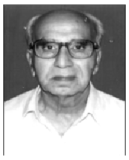

فضائے درد میں اشکوں سے بھی نمی نہ ہوئی
جلی وہ شاخِ تمنا کہ پھر ہری نہ ہوئی

ہزار مہرِ تمنا ابھر کے ڈوب گئے
افق پہ دل کے اندھیرا تھا روشنی نہ ہوئی

چمن میں جا کے بھی نظریں پڑیں تو کانٹوں پر
خزاں نصیب تھے پھولوں سے دوستی نہ ہوئی

تمہارے غم کا دھندلکا بہت گھنیرا تھا
چراغ ہم نے جلایے تو روشنی نہ ہوئی

یہ کل کی فکر میں جینا' یہ روز کا مرنا
یہ محض نام کا جینا ہے زندگی نہ ہوئی

جگر کے خون سے لفظوں کو سینچیے تنہا
ہوئی وہ بات ہی کیا جس میں طرفگی نہ ہوئی

پروفیسر ایم اے انصاری

DevangComplex.D-3
PthardiRoad.IndiraNagar.
RathchakraChowk.Nasik-422009

وقت تو وقت ہے آیے گا گزر جایے گا
وقت کی نبض جو تھامے گا سنور جایے گا
آمرے پاس ذرا بیٹھ کوئی بات تو کر
دو گھڑی کو ہی سہی وقت ٹھہر جایے گا
جبر سے ظلم سے بدلیں گے نہ جذبات مرے
تم سزا دوگے مرا عشق سنور جایے گا
ہے ابھی زعم بہت اپنی تپش پر اس کو
شام آجانے دے سورج بھی اتر جایے گا
کتنے پتھر مرے چھونے سے بنے ہیں پارس
میرے چھونے سے ترا حسن نکھر جایے گا
مقصدِ زیست پہ رکھے گا نظر جو اخترؔ
وہ پرندوں کی طرح شام کو گھر جایے گا

ڈاکٹر علی عباس امیدؔ

Doctor'sColony.EidgahHilla
Bhopal-462001(M.P)

جس نے لکھا ہے ٹوٹتی قدروں کا مرثیہ
وہ مل گیا کبھی تو کہوں گا کہ شکریہ
بے سمت ہورہے ہیں یہ احساس ہے مگر
جاتے ہیں اس سڑک پہ کئی لوگ شوقیہ
ہر ایک کے عیوب بیاں کررہا تھا وہ
آیا جب اس کا نام ہوا تنگ قافیہ
مدت ہوئی لہو کو رگوں میں جمے ہویے
کیسے کہوں کہ فکر کا بدلے گا زاویہ
برسوں کے بعد ہم سے مخاطب ہوا ہے وہ
خدمات اپنی اب وہ گنایے گا شرطیہ
امیدؔ جس کی بات سے ہم متفق نہ ہوں
یہ کیا ضرور نام بھی لیں اس کا طنزیہ

محسن باعشن حسرتؔ

4.PrincepStreet.1st Floor
Kolkata-700072(W,B)
Mob-9875538455

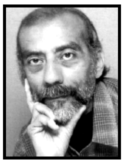

دن تو یوں ہی گزر جایے گا، رات کیسے کٹے گی مگر
کیا پتہ کیا مجھے ہوگیا، کچھ بتا اے مرے چارہ گر
اہلِ ثروت تو ہیں اور بھی، اور بھی لوگ ہیں منتظر
سب سے پہلے مگر بزم میں، مجھ پہ پڑتی ہے ان کی نظر
ہو درِ آستاں کیوں نہ وہ، یا ہو محبوب کا کیوں نہ در
میں جھکاتا نہیں ہر جگہ بھول کر بھی کبھی اپنا سر
اس محلے میں تو اور بھی، رہتے ہیں کچھ اِدھر کچھ اُدھر
پھر نہ جانے محلے میں کیوں جل رہا ہے مرا تنہا گھر
ایک عرصہ رہا ہے مرا ساتھ تیرے مرے ہم سفر
بھول سکتا نہیں میں تجھے، بھول کر بھی کبھی عمر بھر

ڈاکٹر نسیم اخترؔ

A-39,A-3-A-1K.Rajbhandar
Saraiyan.Varanasi-221001(U.P)

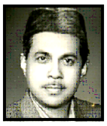

دیکھ کے گھر کا بدتر منظر رک جاتا ہے
کابلی خان ٹھٹھک کر رک جاتا ہے
اس لمحے کا کیا عنوان رکھیں کہئے
جب موہن کی خاطر اکبر رک جاتا ہے
کچھ تو بات ضرور ہے قطروں میں دیکھو
چلتے چلتے بہتا ساگر رک جاتا ہے
جب جب ٹرین سفر کے بیچ ٹھہر جاتی ہے
من موہک ہر سندر منظر رک جاتا ہے
بیٹا چاند کو چھو لے، آگے بڑھ جایے
باپ یہ سوچ کے آگے بڑھ جاتا ہے
مجھ کو سہل بہت ہے منزل پالینا
لیکن آپ کی خاطر اخترؔ رک جاتا ہے

رفیق عثمانی

Opp:AjmaliyaMasjid.NehruNagar
Akola-444003(M.S)

عجیب شہر کا منظر دکھائی دیتا ہے
لٹا لٹا سا ہر اک گھر دکھائی دیتا ہے
یہاں سے گزرا ہے طوفاں ابھی ابھی شاید
ہوا میں اڑتا ہوا پر دکھائی دیتا ہے
اڑا رہا ہے مقدر کی جو ہنسی یارو
مجھے وہ کرب کا پیکر دکھائی دیتا ہے
بجھا سکا نہ کبھی تشنگی وہ پیاسوں کی
جو دیکھنے میں سمندر دکھائی دیتا ہے
میں اس کی آنکھ میں رہتا ہوں اشک کی صورت
وہ میری روح کے اندر دکھائی دیتا ہے
جو دوستی کے لیے ہاتھ دے رہا ہے رفیقؔ
بغل میں اس کے بھی خنجر دکھائی دیتا ہے

عظیم انصاری

RahmatManzil.20/2,B.P.Road
P.O:Jagatdal.Dt:24Parganas
(North)-743125(W.B)

پتہ نہیں کہاں لے جایے ولولہ دل کا
خرد کے ہاتھوں ہے اب تو معاملہ دل کا
جو بات سچ تھی اسے میں نے کہہ دی محفل میں
کسی دباؤ میں بدلہ نہ فیصلہ دل کا
کبھی مٹائے نہ مٹ پایے گا جہاں والو
نگاہِ دوست کا صدقہ ہے مشغلہ دل کا
لہو کا رنگ سفیدی میں ہوگیا تبدیل
عجیب موڑ پہ پہنچا ہے مرحلہ دل کا
ابھی تو کرنا ہے خلوت کا اہتمام مجھے
تم اپنے پاس ہی رکھو یہ مسئلہ دل کا
کہیں رکا ہے نہ رک پایے گا عظیمؔ کبھی
کسی کی دید کی خواہش میں قافلہ دل کا

مرغوب اثر فاطمی

Retd,D.S.P.RoadNo-7
MohallaAliGanj.Gaya-823001
Mob-9431448749

ماضی نے گرچہ یاد کا حلقہ بنا دیا
مجھ کو غمِ حیات نے مرکز میں لا دیا
خوش قسمتی کو ثقلِ ساعت کا تھا مرض
میں بھی درِ امید پہ جا کھٹکھٹا دیا
اترا رہی تھی صبح و مسا کس قدر شفق
سورج نے راتوں رات وہ منظر چھپا دیا
اک کنکری گری تھی مرے دل کی جھیل میں
جس نے مرے سکون کا پنچھی اڑا دیا
وعدوں کے شامیانے تلے رقصِ باہمی
اس خوش ادا نے ہم کو دیا بھی تو کیا دیا
انگلی پکڑ کے دیکھتا میلا کہاں تلک
ترغیبِ اشتیاق میں خود کو بھلا دیا
جزوِ خیالِ میر کی تقلید میں اثرؔ
یہ کم نہیں کہ تو نے بھی مصرع لگا دیا

عظمت علی عظمتؔ

4-1-1,FlatNo-204.V.J.Cricent
Heights.Opp:NasirMasjid.
BalajiNagar.Kurnool-518006

تعریف کے لیے تو خدا ہی کی ذات ہے
حمد و ثنا میں جس کی یہ کل کائنات ہے
وہ راہِ راست پر ہیں، نہیں نفس کے غلام
اللہ کی مدد جو سدا ان کے ساتھ ہے
جتنی ملی ہے عمر غنیمت ہی جانیے
دنیا میں ہر کسی کی تو اک دن وفات ہے
وعدہ خدا کا حق ہو جو روزِ جزا کے وقت
راضی خدا ہو جس سے اسی کی نجات ہے
رکھتے ہیں اپنے دل میں جو بھی آخرت کا پاس
ان کے لیے ہمیشہ خوشی کی برات ہے
مضبوط عزم جن کے ہیں اور حوصلے بلند
عظمتؔ وہ سوچتے نہیں دن ہے کہ رات ہے

مومن خاں شوق

AshrafVilla.11-3-723
Mallepally.Hyderabad-500001

کیسی الجھن میں زندگانی ہے
غم میں ڈوبی ہوئی کہانی ہے
جھوٹ کی عمر یوں بھی تھوڑی ہے
سچ کی ہر سمت حکمرانی ہے
یوں ہی ماحول کب مہکتا ہے
ہو نہ ہو رات کی وہ رانی ہے
جس کی قسمت میں جو ہے ملتا ہے
بات تم کو بھی یہ بتانی ہے
شوقؔ جلتی ہے دوسروں کے لیے
شمع کی اتنی ہی کہانی ہے

مفتاح اعظمی

C/O:SafiAhmed.147,K.B.M.
Road-2.FitkriMohalla.Champdani
Hooghly-714444(W.B)

اب وہ بھی سیاست کی زباں بول رہے ہیں
نفرت کا یہاں زہر جو کہ گھول رہے ہیں
تو جن کو سمجھتا ہے محض کانچ کے ٹکڑے
وہ بچے بھی ماں باپ کے انمول رہے ہیں
دھرتی پہ جنھیں ٹھیک سے چلنا نہیں آتا
اڑنے کے لیے اپنا وہ پر تول رہے ہیں
حق بولنے والوں کو نہیں رہتا ہے یہ خوف
باطل کے آگے سچ کی زباں کھول رہے ہیں
محشر میں ان کو دینا ہے اعمال کا حساب
جو لے کے پورے پیسے بھی کم تول رہے ہیں
ہر چیز بکاؤ نہیں ہوتی یہاں مفتاحؔ
بیکار وہ غیرت کو مری مول رہے ہیں

قربان آتش

KhetriMohalla.Arrah-802301
Bihar

خوف کھا کر گر پڑے دیوار و در آہستہ سے
ابر نے دکھلا دیا اپنا اثر آہستہ سے
آپ کے کنبے میں مخبر ہے کوئی اور نہیں
کیوں پہنچ جاتے نہیں ان تک خبر آہستہ سے
میں تماشا زندگی کا دیکھتا ہی رہ گیا
وہ گرا کر چل دیا آشا کا گھر آہستہ سے
دوسروں کے سر پہ کیوں پھوڑا گیا ٹھکرا مگر
رکھ لیے پاکٹ میں خود وہ مال و زر آہستہ سے
کیا تعلق کا گلہ اس سے کروں آتشؔ بتا
دیکھ کر جب پھیر لی اس نے نظر آہستہ سے

قاضی انصار

H.No:4A,AnupamGasAgency
ShikshakNagar.Khandwa(M.P)

دھوپ ہی دھوپ حدِ نظر دھوپ میں
کوئی سایہ نہیں ہے سفر دھوپ میں
تھا ابھی تک نہ ایسا اثر دھوپ میں
جل رہے ہیں پرندوں کے پر دھوپ میں
چھاؤں کی اک خلش اپنے دل میں لیے
جب بھی نکلے گا کوئی بشر دھوپ میں
رات سردی میں وہ تو ٹھٹھرتا رہا
صبح تھک کر جو پہنچا ہے گھر دھوپ میں
چاند کو دیکھنے چاندنی کے لیے
ہم ترستے رہے عمر بھر دھوپ میں
راز انصارؔ سب سے چھپایا مگر
دھوپ کی طرح پھیلی خبر دھوپ میں

قدیر احمد قدیر

K.M.Balkundri.NaveedManzil
LIG-II.LE-9,KrishnaColony
Hulkoti-582205Dt:Gadag
Karnataka

جواز زیست کا یوں بھی نکال رکھا ہے
متاعِ درد کو ہم نے سنبھال رکھا ہے
مسافتوں میں عجب احتمال رکھا ہے
ہر اک عروج کے پیچھے زوال رکھا ہے
کرم ہر ایک پہ یوں حسبِ حال رکھا ہے
"اکیلے دونوں جہاں کو سنبھال رکھا ہے"
نفس نفس میں نئی آس میں الجھتا ہوں
یوں خواہشات نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے
میں نعمتوں کا ادا شکر تک نہ کر پایا
مگر خدا نے تو پھر بھی خیال رکھا ہے
خوشا کہ طرزِ تکلم جدا ہے سب سے قدیرؔ
ایک اک لفظ میں کیا کیا کمال رکھا ہے

شکیل سہسرامی

NearRahmanMsjid.Moh:Samanpura
RajaBazar.PATNA-14(Bihar)

ادب وہی ہے جو انسان کو بنا ڈالے
عمل وہی ہے جو اطراف کو جگا ڈالے
ہجوم سا ہے ابھی مچھلیوں کا دور تلک
کہو کہ جال وہ تالاب میں بڑا ڈالے
نہیں ہے اس کو ضرورت کبھی سنورنے کی
اسے کہو کہ پسِ پشت آئینہ ڈالے
چہار سمت یہاں راج ہے لٹیروں کا
دکان کیوں نہ یہاں سے کوئی بڑھا ڈالے
ہمیں تو خوف اسی بات کا ستاتا ہے
اسی کی آگ اسی کو نہیں جلا ڈالے
مشاعروں میں اگر بے نظیر ہونا ہے
تلاش کرکے غزل میں وہ قافیہ ڈالے
مری نظر کی کسوٹی پہ اے شکیلؔ میاں
غزل وہی ہے جو انسان کو ہنسا ڈالے

ڈاکٹر تبسم فرحانہ

No-7,NewKarimganj.
Gaya-823001(Bihar)

جن سے ہو عفت وانفاس کے کھو جانے کا ڈر
ایسے لوگوں سے تو بہتر ہے کہیں راہِ مفر
قابلِ داد ہیں انسان سے حیوان بہت
یوں بلا وجہ نہ پہنچائیں کسی کو بھی ضرر
جسمِ خاکی کے سوا کچھ بھی تو اپنا نہ رہا
جب سے قابض ہوا وہ شخص میری سانسوں پر
کس کی یادوں کی بہار آئی ہوئی ہے دل میں
میری آنکھوں میں کئی دن سے ہے ساون کا اثر
جان و دل میں بھی بچھا دیتی تیری راہوں میں
تیرے آنے کی جو ہوتی مجھے پہلے سے خبر
چاند تاروں کی چمک ماند بھی پڑ جائے تو کیا
آسمانوں میں ہے درخشاں تبسمؔ کا سفر

اسرار نسیمی

A-102,KanghTola.
QilaBraily-243003(U.P)

خوشی کے دور میں جو غم تلاش کرتے ہیں
سدا بہار وہ موسم تلاش کرتے ہیں
یہ بات سچ ہے کہ غم سے ہے زندگی میں نکھار
اسی کو لوگ بہت کم تلاش کرتے ہیں
مرے ارادوں نے منزل پہ مجھ کو پہنچایا
وہ بیٹھے عزمِ مصمم تلاش کرتے ہیں
نہ جانے کون سی منزل میں آ گئے دونوں
وہ ہم کو اور انھیں ہم تلاش کرتے ہیں
زمانے بھر کی ہے خوشیوں کی جستجو ان کو
ہمیں جہاں کے سبھی غم تلاش کرتے ہیں
عجیب دور ہے اسرارؔ اپنے گھر میں بھی
سکوں جو بخشے وہ عالم تلاش کرتے ہیں

حمید عکسی

H.No:14-6-39,Nizampura
MandiBazar.
Warangal-506002(T.S)

سر پر ہے غم کا بار کہاں لے کے جاؤ گے
مجھ کو بتاؤ یار کہاں لے کے جاؤ گے
تم اپنے غم کا بوجھ اٹھاؤ گے کب تلک
ہے کون غم گسار کہاں لے کے جاؤ گے
حرماں نصیبی اپنی لیے پھر رہے ہو تم
کس کا ہے انتظار کہاں لے کے جاؤ گے
تکمیلِ آرزو کا تو امکان ہے نہیں
ارمان ہیں ہزار کہاں لے کے جاؤ گے
پرچم تمہارے ہاتھوں میں حق کا تو ہے مگر
ہر سو ہے انتشار کہاں لے کے جاؤ گے
کچھ فکرِ آخرت کرو عکسیؔ ابھی سے تم
سر پہ گنہہ کا بار کہاں لے کے جاؤ گے

کے۔ انیس اظہر

374,khateebStreet.Periapet
Vaniyambadi.Dt:Vellore-635751

ذاتِ باری ہے بس بقا کے لیے
باقی سب کچھ فقط فنا کے لیے
جب کبھی میں سفر پہ جاتا ہوں
ماں کے ہاتھ اٹھتے ہیں دعا کے لیے
وہ ہے معبود اور ہم بندے
بندگی وقف ہے خدا کے لیے
اس کو ہرگز نہ بھول پاؤں گا
ہو گیا وہ جدا سدا کے لیے
مجھ پہ کرتا رہا جفائیں وہ
میں ترستا رہا وفا کے لیے
بچہ میرا شریر ہے لیکن
کچھ نہ کہنا اسے خدا کے لیے
عشقِ احمد ضروری ہے اظہرؔ
جذبِ اخلاص کی جلا کے لیے

افسانہ

حنیف سیّد
Mob...No..09319529720
E-mail : hanifsyed999@gmail.com

چمچے اسٹیل کے

پاگل ہے دنیا، دنیا نہیں تو میں، میں نہیں وہ، یعنی کہ میری بیوی رجنی۔ ہم تینوں میں ہے ضرور کوئی پاگل۔ تینوں بھی ہو سکتے ہیں۔ یہ تو فلاسفرز کا کہنا ہے، اور ڈاکٹرز کا بھی، ''دنیا کا ہر شخص پاگل ہے۔ کوئی کم، تو کوئی زیادہ۔''

میں نے جب اپنے اِلکشن کی کنویسنگ میں اسٹیج پر کہا، ''امریکہ وغیرہ تو چاند پر پہنچے، اگر ہماری سرکار بنی تو ہم سورج پر جائیں گے، وہاں بھی جیون ہے۔'' اتنا کہنا تھا کہ ٹماٹروں کی بارش ہونے لگی، اور مجھ کو دُم دبا کر بھاگنا پڑا۔ بس اُسی دِن سے سمجھ گیا کہ دنیا پاگل ہے اور جاہل بھی۔ اِس کو اتنا تک نہیں معلوم کہ ہنڈرڈ پرسینٹ جیون ہے سورج پر۔ اگر ہم سمندر میں نہ اُترے ہوتے تو کیا تصور کر سکتے تھے کہ پانی کے اندر بھی جیون ہو سکتا ہے اور اگر پانی کے جیون ہو سکتا ہے، تو آگ کے اندر کیوں نہیں، یعنی کہ سورج میں، اور پھر لغت چیخ چیخ کر کہتا ہے کہ آتش پرستوں کے آتش کدوں میں چوہوں جیسی شکل کے کیڑے پائے جاتے ہیں، جن کو سَمندر کہتے ہیں، جو صرف آگ کھاتے ہیں، اور آگ سے باہر نکلنے پر مر جاتے ہیں، اِس کے متعلق خواجہ الطاف حسین حالی نے بھی کہا ہے۔

آگ سے جب ہوا سمندر دور
اُس کے جینے کا پھر نہیں مقدور۔

جب اُن چھوٹے چھوٹے آتش کدوں میں سمندر ہیں تو سورج میں تو کروڑوں برسوں سے آگ دہک رہی ہے۔ وہاں نہ جانے کتنے طرح کے جیودھاری ہوں گے اور آکسیجن تو ہے ہی وہاں۔ کیوں کہ آکسیجن کے بنا آگ ہونا ممکن نہیں۔ اور جہاں آکسیجن ہے، وہاں جیون ہے۔ بس اُسی روز سے لوگ پاگل کہنے لگے مجھ کو۔ اور میری بیوی نے لاکھوں ووٹوں سے مجھ کو ہرا کر اِلکشن نکال لیا۔ حالاں کہ پاگل تو وہ تھی پوری طرح۔ اَب سے نہیں، بچپن سے۔ لیکن جب مجھے زیادہ تر لوگ پاگل کہنے لگے، تو مجھے خود پر شک ہوا اور میں فوراً پی، جی، آئی جا پہنچا، پہلے تو نیُرو سرجن اور مریضوں کے درمیان کی گفتگو سنتا رہا، اور جب میرا نمبر آیا تو میں نے نیرو سرجن سے فلاسفرز اور ڈاکٹرز والی بات دُہرا دی۔

''کیا میں بھی پاگل ہوں.؟'' نیرو سرجن سنجیدہ ہو گیا۔

''جی ہاں....!'' میں نے وثوق سے جواب دیا۔

''وہ کیسے....؟'' اُس کے تیور چڑھ گئے۔

''میں دیکھ رہا ہوں، آپ مریضوں سے مریضوں کے اِستر کی بات نہ کر کے اپنے استر کی بات کر رہے ہیں۔ جب کہ ڈاکٹرز کو لازم ہے کہ وہ مریض اور مرض کو ملحوظ رکھتے ہوئے مریضوں کے استر کی بات کرے۔'' بات چوں کہ سچ تھی لہٰذا وہ بنا حرکت مجھے گھورنے لگا، جیسے اُس کا ہارٹ فیل ہو گیا ہو۔

''تم ٹھیک کہتے ہو، ہر شخص تھوڑا بہت پاگل ضرور ہوتا ہے، میں بھی ہوں۔'' اُس نے کمپیوٹر پر کچھ فیڈ کرتے ہوئے کہا، میں نے سوچا، ''میں پاگل تو ہوں، لیکن نہیں کے برابر، یعنی کہ دنیا اور رجنی کی بہ نسبت بہت کم۔ اب رجنی اور ساری دنیا کا علاج کروانا تو میرے بس کا نہیں، ہاں میں ضرور تھوڑے بہت علاج کا مستحق تھا، لہٰذا خود کو تھوڑا بہت پاگل سمجھ کر پی، جی، آئی سے اپنے ہی شہر کے نیرو سرجن کے پاس آ گیا۔ جب میں نے ڈاکٹر کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے نمستے کیا تو پہلے اُس نے چہرہ اُٹھا کر مجھے غور سے دیکھا، پھر کھڑے ہو کر نمستے کا جواب دیتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر آنے کا سبب دریافت کیا۔

''ڈاکٹر کے پاس مریض ہی آتا ہے۔'' میں نے جواب دیا۔ پہلے تو اُس نے میری بات ہنسی میں ٹال دی، پھر میری تواضع کے واسطے اپنے ملازم کو آواز دی، کیوں کہ میں معمولی انسان تو تھا نہیں، بل کہ ایک پرائم منسٹر کا شوہر تھا میں۔ بہ ہر حال میری ضد پر ڈاکٹر صاحب نے دو چار سوالات کرنے کے بعد مجھ کو میرے بالکل ٹھیک ہونے کا یقین دِلا دیا تو پھر میرا ذہن رجنی کی جانب لپکا، لیکن بے سود، کیوں کہ اُس کے اِلکشن جیتتے ہی میں نے اُسے پاگل ڈکلیئر کر کے مقدمہ کرا دیا تھا، کیوں کہ ہم دونوں ساتھ ساتھ کھیلے اور پڑھے بھی تھے۔ میں نے ایم، ایس، سی، کر لیا اور وہ آٹھویں کلاس میں فیل ہو گئی تھی۔

وہ اکثر پاگل پن کی حرکتیں کرتی تھی، مثلاً ایک بار ہم دونوں کے بچپن میں یوں ہوا، کہ جب اُس نے کنُویں میں جھانکتے ہوئے کہا، ''ارے، کنُویں میں ہاتھی....!'' اور جیسے ہی میں نے جھانکا، وہ مجھے دھکّا دے کر تالیاں بجاتی ہوئی بھاگ گئی۔ یہ کہو کہ پانی کم تھا، ورنہ اُسی روز میرا کام تمام ہو جاتا۔ ایک بار ہم دونوں نے کھیل کھیل میں گھروندے بنائے۔ جب اُس کے

گھروندے سے میرا گھروندا بہتر بنا، تو وہ میرا گھروندا بگاڑ کر بھاگ لی۔

ایک بار اُس کی ماں نے میرے لیے کھیر بھیجی، جیسے ہی میں نے پہلا چمچہ مُنہ میں رکھا، تو نمک ہی نمک۔ وہ بڑے اہتمام سے ڈھانپ کر لائی تھی، اِس طرح کبھی برتنوں میں اینٹ پتّھر نکلتے، تو کبھی اُچھلتے ہوئے مینڈک۔ ایسی حرکتوں پر ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو جاتی وہ، اور میں ہکّا بکّا رہ کر اُس کو تاکتا رہ جاتا۔

وہ کبھی کسی کی ہانڈی میں نمک جھونک آتی، تو کبھی مرچ۔ موقع دیکھ کر عورتوں کے مجمع میں گُھس جاتی، کبھی کسی کے نیچے پانی سے بھیگا کپڑا رکھ دیتی، تو کبھی دو عورتوں کی چوٹیاں باندھ دیتی، کبھی کسی کے بیٹھنے کے مقام پر چُپکے سے پان کی پیک اُگل دیتی۔ اِن سب حرکتوں کے بعد خوب اُچھل اُچھل کر تالیاں بجاتی، اور ہنستی ہنساتی نکل جاتی۔

محلّے کے شاطر سے شاطر کتّے اُس کو دیکھتے ہی دُم دبا کر بھاگ نکلتے، اگر کبھی کوئی سوتا ہوا کتّا اُس کی گرفت میں آجاتا، تو پچھلی ٹانگیں پکڑتی، گھماتی اور پھینک دیتی۔ پھر تو دور دور تک قیوں قیوں کی آوازیں ہی سنائی پڑتیں، چڑیاں اُس کو دیکھتے ہی اُڑ جاتیں، کبھی کوئی اُس کو دیکھنے میں چوک جاتی، تب تو اُس کا نشانہ نہ چوکتا، بس غلیل میں غُلّہ لگایا اور وہ نیچے۔

کبھی کوئی بکری یا بکرا نظر آیا، بس کان پکڑا اور پیٹھ پر سوار، جہاں کسی دھوبی نے اپنا گدھا باندھنے کی چوک کی، اُس نے فوراً اُس کی دُم میں ٹوٹا ہوا پیپا باندھ دیا۔

لڑکوں کی گلّی ڈنڈے میں وہ شامل، کبڈّی میں اُس کو دخل، پتنگ بازی میں تو لڑکوں کو اُس کا ہچکا تھامتے ہی بنتا، ورنہ ڈور توڑی اور پتنگ چھوڑ دی۔ پان ہر وقت چبائے رہتی، لڑکوں کا نئے کپڑے پہن کر نکلنا محال تھا، جہاں کوئی چوکا، فوراً پیک ماری۔ ماسٹر صاحب اُس کو اسکول کے دروازے پر دیکھتے ہی ڈنڈا سنبھال لیتے، ورنہ بچّوں کی کتابوں پر چیل کوّے۔ رکشے والوں نے محلّے میں آنا بند کر دیا تھا، کبھی کوئی آ نکلا، تو تیلیوں میں ڈنڈا۔ سائکل والے تو دور سے ہی دیکھ کر اُتر لیتے۔ راستہ چلتے کسی کو مُنہ چڑا دیا، کسی کے لتّی مار دی، کسی کو دھکّا دے دیا۔ لوگوں نے اُس کی گلی سے نکلنا بند کر دیا تھا، وہ اکثر دیوار پر لٹکی رہتی، کوئی بھولے سے نکل آیا، فوراً ٹوپی اُتار کر زنّاٹے دار ٹیپ جانے دی، خوانچے والا جیسے ہی گلی سے گزرا، مال غائب۔ پھر تو خوب اُچھل اُچھل کر بچّوں کو بانٹ بانٹ کر کھاتی کھلاتی، شیر خوار اکثر اُس کی گود میں کھیلتے کھیلتے اُس کے چٹکی لینے سے چیخ پڑتے، اب تو اُس کو دیکھتے ہی اپنی ماؤں کو بلبلا کر چمٹ جاتے، جس گلی میں نکل جاتی کہرام مچ جاتا، بچّے اپنے گھروں میں سہم جاتے، لوگوں کے گھروں کے پیڑ پودے نوچ ڈالتی، بھگائی جاتی۔

پڑوسن تھی وہ میری، اور کچھ کچھ دور کی رشتے داری کے ساتھ ساتھ ٹھیکرے کی منگیتر بھی۔ حالاں کہ میں اُس کے ساتھ شادی کے لیے انکار کرتا رہا، لیکن ماں کے آگے ایک نہ چلی، اور میری ماں اُس اکلوتی کو دولت کی رانی کے ناتے بیاہ لائیں۔ دولت کا انبار تو میرے یہاں بھی تھا، لیکن وہ ہر معاملے میں مجھ سے سوا تھی۔ پہلی ہی رات میں اُس نے مجھ کو ناکوں چنے چبوا دیے، اُس نے کہا، ”آدمی اور عورت برابر کا درجہ رکھتے ہیں میاں، تم بھی میری ہی طرح کپڑے اور زیورات پہن کر سنگار کرو...!“ میں نے انکار کیا تو وہ چیخنے لگی، مجھے اپنی عزّت بچانی تھی، لہٰذا اُس نے جو کہا، مجھے کرنا پڑا۔ میں نے اپنی ماں سے بہت احتجاج کیا کہ میں اُس سے نباہ نہ کر سکوں گا، لیکن اُن کی گھڑکی نے میری زبان میں تالا ڈال دیا، حالاں کہ ایک دن ماں کو کہنا پڑا، ”تھی تو پاگل لیکن میں سمجھتی تھی کہ شادی کے بعد ٹھیک ہو جائے گی، اب ٹھیک نہ ہوئی، تو تیری قسمت۔ چراغ جلانے اور خاندان چلانے کو دو بیٹے تو ہو گئے۔ گھر میں کام کاج کے لیے ہیں تو چار چار نوکرانیاں، سمجھ لے ایک پاگل پڑی ہے، خدا نے دو کان اِسی لیے تو دیے ہیں، ایک سے سُن اور دوسرے سے نکال، اِسی میں عافیت ہے تیری۔ اُس کے والد خود نہ لڑ کر اب کے تجھ کو اُتاریں گے اِلکشن میں۔“

اور جب الیکشن آیا تو آزاد اُمیدوار کی حیثیت سے تال ٹھوک کر میرے مقابل میدان میں اُتر آئی۔ میرے خاندان کے علاوہ اُس کے والدین نے بہت سمجھایا، لیکن رہی مرغ کی ایک ہی ٹانگ، یعنی کہ آدم کی پسلی، ٹیڑھی کی ٹیڑھی۔ یہ میں خوب جانتا تھا کہ جیتوں گا میں ہی، کیوں کہ اُس کے والد دل سے میرے سپوٹر تھے۔ میں یہ بھی سمجھتا تھا کہ اُس کے جیتنے سے میری عزت سرِ عام نیلام ہو جائے گی، کیوں کہ میری بیوی پاگل ہے۔ حالاں کہ جب سے بیاہ کر میرے گھر آئی تھی، میں نے علاج میں کوئی کسر نہ چھوڑی، لیکن اُس کا پاگل پن دنیا کے آتنک واد کی مانند دِن دونا رات چوگنا بڑھتا ہی گیا۔

آخر کار اُس نے اپنی گاڑی سنبھالی اور کنویسنگ کو نکل پڑی، میرے پاس پانچ کی پانچ ہی رہیں گاڑیاں، لیکن اُس کی مدد کو تیس چالیس اور ہو لیں۔

میں، سورج پر جیون ہونے کی بات کرتا، تو ٹماٹر برستے۔ وہ کچھ بھی کہتی تو تالیوں کے ساتھ لاد دی جاتی پھولوں سے۔ کہنے کو اُس نے چھوڑا ہی کیا تھا، وہ وہ باتیں کہیں کہ جن کے سر نہ پیر، مگر تالیوں کی گونج نے دوسری پارٹیوں کے دِل دہلا دیے، اُس نے کہا کہ زمین کو آسمان پر لے جاؤں گی، تب تالیاں۔ عورتوں کو مردوں کا اور مردوں کو عورتوں کا لباس پہنواؤں گی، تب تالیاں۔ کسی عورت کو بچّے پیدا کرنے کی زحمت نہ اُٹھانی پڑے گی۔ بچّے ٹیسٹ ٹیوب میں تیار ہوں گے یا پھر امپورٹ کیے جائیں گے۔ اور اُن کی پرورش مرد کریں گے، تب تالیاں۔ جھاڑو برتن سے لے کر کھانا بنانے تک کے گھر کے سارے کام مردوں کو کرنا پڑیں گے، تب تالیاں۔ مچھلیوں کو پیڑوں پر اور پرندوں کو پانی میں رہنا پڑے گا، تب تالیاں۔ ہر شخص دن کی گرمی میں نہیں بل کہ رات کے ٹھنڈے موسم میں کام کرے گا، تب تالیاں۔ سڑکوں اور ٹرین کی پٹریوں میں اربوں کا خرچ آتا ہے، اُن کی جگہ نہریں کھدوائی جائیں گی، جن میں کشتیاں

چلیں گی،تب تالیاں۔اَب کوئی دُلھن بیاہ کر دُلھے کے یہاں نہیں جائے گی،بل کہ دُلھے کو دُلھن کے یہاں آنا پڑے گا،تب تالیاں۔ہر شخص کو اُڑنے والی مشین دی جائے گی،تب تالیاں۔اب جانوروں کے بیاہ بھی کیے جائیں گے کیوں کہ بچّوں کی پیدائش کے بعد نر آزاد گھومتے ہیں،بچّے بے چاری ماداؤں کو پالنے ہوتے ہیں،اب مادائیں صرف دودھ پلائیں گی اور اُن کی خوراک نر مہیّا کرائیں گے،تب تالیاں۔ہر جاندار کو جینے کا حق ہے یعنی کہ مچھر اور مکھّی کو اَب مارا نہیں جائے گا،تب تالیاں۔اب تعلیم کی ضرورت نہیں،صرف انگوٹھا لگا کر پرکھوں کی تہذیب کو برقرار رکھا جائے گا،تب تالیاں،تالیاں بجانے کا انداز بھی نرالا تھا اُس کا،بات کہی اور خود تالیاں بجاتے ہوئے لوگوں سے کہا،''بجاؤ تالیاں.!'' پھر تو ایسی بجیں تالیاں کہ پرندے پیڑوں پر بیٹھنے کو ترس گئے۔

اُس کی دیکھا دیکھی میں نے بھی اپنے علم کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر میں جیت گیا تو زمین کے نارتھ پول سے بجلی کا نگیٹو اور ساؤتھ پول سے پازِٹو کا کنکشن لے کر بجلی کو فریکوانسی میں تبدیل کرا کر یعنی کہ بنا تاروں کے عوام کو فری مہیا کراؤں گا،کیوں کہ سبھی جانتے ہیں، دونوں پولوں میں مقناطیسی والیکٹرانک قوّت موجود ہے۔اسی لیے خلا میں پانی کی نمی سے دونوں پولوں کے نگیٹو اور پوزیٹو ٹکراتے ہیں تو تیز چمک کے ساتھ دھماکہ ہوتا ہے،جس کو ہمارے سائنسداں آسمانی بجلی کہتے ہیں،دراصل یہ آسمانی بجلی بادلوں کی رگڑ سے نہ پیدا ہو کر زمین کے دونوں پولوں کے درمیاں پانی کی نمی بن جانے کے باعث پیدا ہوتی ہے،جو زمین میں جا کر شانت ہو جاتی ہے۔میری اِس دلیل کو سراہنے کے بجائے انڈوں اور ٹماٹروں کی بارش کی گئی۔اِس سے بڑھ کر یہ کہ جب میں نے اپنی ذہانت کا لوہا منوانے کے لیے آسمانی اِندر دھنش کو زمین پر سیکڑوں گانو والوں کے درمیاں تیز دھوپ میں بنا کر دکھا دیا تو بھی ٹماٹروں اور انڈوں کی بارش کے ساتھ جادوگر کے خطاب سے نوازا گیا۔

حالات یہاں تک پہنچ گئے، کہ میرے زیادہ تر دوست مجھ سے ٹوٹ کر اُس سے جا ملے اور اب میرے بولنے کی جگہ میرے پہنچنے سے پیشتر وہاں انڈوں اور ٹماٹروں کا انتظام ہو جاتا،پھر مجھ میں کہاں ہمّت کہ وہاں پہنچتا۔جب کہ اُس کے ابو نے اُس کو پاگل ڈکلیئر کر دیا تھا،جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجھ کو سات سو دس ووٹ ملے اور اُس کو پانچ لاکھ تریپن ہزار چار سو انتیس۔میرے ساتھ ساتھ سبھی امیدواروں کی ضمانتیں ضبط ہو گئیں۔سونے پر سہاگہ یہ کہ ایک پارٹی نے اپنے میں شامل کر کے پرائم منسٹر بنا دیا اُس کو۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں مقدمہ ہار گیا۔اَب تو میں شرمندگی کے باعث مکان کے اندر،اور وہ بڑے بڑے نیتاؤں کے درمیاں مکان کے باہر۔پھر جیسے کہ جنتا سے اُس نے وعدے کیے تھے،ایوان کی توثیق حاصل کر کے یکے بعد دیگرے اُن کا نفاذ کرنا شروع کر دیا۔پانی سر سے اُوپر ہوتا دیکھ کر میں بھڑک گیا۔نتیجہ یہ ہوا کہ مجھے پاگل قرار دے کر ایک چھوٹے سے کمرے میں ٹھونس دیا گیا۔حویلی کے باہر ہنگامے ہوتے رہے اور میں قید خانے میں اپنی قسمت کو روتا رہا۔کھانا پانی مل جاتا،وہ بھی وقت بے وقت۔باہر کیا ہو رہا ہے اُس سے پوری طرح بے خبر رہتا۔ ہاں،کبھی کبھار کوئی ملازم رحم کھا کر اخبار ڈال جاتا۔اخبار میں اُس کے احمقانہ رویّے پڑھ کر من ہی من کڑھتا،لیکن پبلک اُس کو بڑی گرم جوشی سے سراہتی،تالیاں بجاتی۔میری ماں جب کبھی میرے قید خانے کی جانب آ جاتی،میں اُس کے کیے کا رونا روتا۔کسی طرح اِس کا اُس کو علم ہوا،تو میری ماں کو بھی مجھ سے الگ ایک کمرے میں ٹھونس دیا۔اُس کے والد نے احتجاج کیا تو اُن کا بھی میرے جیسا حشر ہوا۔ایک روز،جینز شرٹ پہنے ایک ملازمہ مجھ کو شلوار جھمپر تھما گئی جو مجھ کو پہننا پڑا۔تھوڑی دیر بعد ساڑی بلاؤز پہنے ایک فوٹو گرافر میرا فوٹو لے گیا،دوسرے روز اخبار میں اپنی ماں کو نیکر شرٹ۔اور خسر کو اسکرٹ ٹاپ میں دیکھ کر ہنسی آئی اور رونا بھی۔ساڑی بلاؤز،شلوار کرتے،اسکرٹ ٹاپ میں بڑے بڑے حاکموں کے درمیاں اُس کو جینز شرٹ میں دیکھ کر بچپن سے اَب تک کے اُس کے پاگل پن کے سارے کارنامے یاد آ گئے ،اور میں خون کے آنسو رو دیا۔دن گزرتے گئے اور اُس کے پاگل پن کی حرکتیں بڑھتی گئیں،جن کو دنیا والے گرم جوشی سے سراہتے رہے۔

ایک روز اچانک خبر ملی کہ اُس کا پلین کریش ہوا اور اُس کی موت ہو گئی۔دوسرے دِن اخبار میں تھا کہ پوسٹ مارٹم رپورٹ کے مطابق وہ پاگل تھی۔میں یہ فیصلہ کرنے سے قاصر تھا کہ پاگل میں تھا،یا کہ وہ،یا کہ دنیا۔

☆☆☆☆☆

احمد علی برقی اعظمی

E.mail:barqiazmi.com

نلنی وبھا نازلی کے شعری مجموعے
''شعر آرائی پر منظوم تاثرات

شعر آرائی ہے یہ نلنی وبھا کی دلنشیں
ان کے حسنِ فکر و فن پر آفریں صد آفریں
اردو اور ہندی میں ہے ان کا تغزل دل نواز
کرتا ہے ہموار جو فکری تناظر کی زمیں
پیش کرتا ہوں انھیں اس کی مبارکباد میں
جس کا معیارِ سخن ہے روح پرور اور حسیں
گنگا جمنی ہند کا ہے اس میں دل کش امتزاج
جس کی تہذیب و ثقافت کی ہیں وہ برقی امیں

☆☆☆

افسانہ

ندیم راعی
198,ChoudhryHouse
Gulshaheed.
Muradabad-344001(U.P)

قیمت

خوشبو جوان ہوگئی ہے اور اس پر جوانی بھی ایسی چڑھی ہے کہ جو دیکھ لے اس پر نچھاور ہو جایے۔ ''خوبصورت' خوبرو' اسمارٹ' بیوٹی فل''۔ یہ سب الفاظ اس کے سامنے پانی بھرتے نظر آتے ہیں۔ اسکول سے کالج اور کالج سے اب وہ اپنے عزیز وا قارب کی جان بن گئی ہے۔

ستواں ناک' چھریرا بدن، گول مٹول بے داغ چہرہ، غضب ڈھاتی زیرو فیگر جسامت اور اس پر قیامت بپا کرتے جدید اور مہنگے لباس. وہ جہاں چلی جاتی وہاں اپنے وجود کی خوشبو سے ماحول کو معطر کر دیتی. اس پر طرہ یہ کہ اس کی گفتگو میں نغمگی کے ساتھ سلاست و روانی پائی جاتی۔ لفظوں کے برجستہ استعمال میں وہ ماہر اور دل موہ لینے والی آواز سے کسی کو بھی اپنا پرستار بنا لیتی۔ چہرے پر مسکراہٹ نرم اور دھیما لہجہ استعمال کرتے ہوئے لوگوں پر اپنی ان مٹ چھاپ چھوڑ جاتی۔

خوشبو کے لئے یوں تو ہر روز بلا گنتی رشتوں کی آفر ہوتی رہتی۔ لیکن اس بار لکھنؤ میں سرکاری نوکری پر فائز کلاس ون آفیسر کے رشتے کے لئے پرپوز کیا گیا ہے۔ جو عین اس کے مزاج اور پوزیشن کے مطابق ہے۔ آخر اس نے بھی تو اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے۔ اور سب سے اہم و منفرد اس کا بے پناہ خوبصورت ہونا جو لاکھوں میں ایک آدمی کو ہی میسر آتا ہے۔

کلاس ون آفیسر مسٹر منوہر، مسز شریواستو کا اکلوتا بیٹا ہے۔ بڑے لاڈ و پیار سے پالا پوسا اور اعلیٰ تعلیم کی پائیدان تک تن تنہا رہ کر انہوں نے اسے پہنچایا ہے۔ مسٹر سریواستو تو ان کا ساتھ بھری جوانی میں ہی چھوڑ گئے تھے۔ لیکن انہوں نے منوہر کو اپنی زندگی کا حاصل مان کر اس کی پرورش اور اعلیٰ تعلیم پر اپنی توجہ و زندگی نچھاور کر دی تھی۔ اور اسے کلاس ون آفیسر بنا کر ایک کامیاب انسان بنا دیا تھا۔ اب بہو لا کر وہ باقی زندگی آرام سے گزارنا چاہتی ہیں۔ بیٹا لکھنؤ میں اکیلا رہتا ہے اور وہ یہاں .... لیکن شادی کے بعد وہ لکھنؤ میں ہی اپنے بیٹے بہو کے ساتھ رہنے کا ارادہ کئے ہوئے ہیں۔ گزشتہ پانچ سال سے وہ بہو کی تلاش میں لگی ہیں اور ابھی تک ناکام ہیں۔

خوشبو کے والدین کو پورا یقین ہے کہ وہ ان کی بیٹی کو ہر حال میں پسند کر لیں گی۔ کیونکہ وہ تمام تر خصوصیات خوشبو میں بدرجہ اتم موجود ہیں جو ایک کلاس ون آفیسر کی بیوی کے لئے ناگزیر ہیں۔

خوشبو آج بہت خوش ہے کہ اس کے سپنوں کا شہزادہ اسے بہت جلد اپنے گھر لے جائے گا۔ اور وہ ایک آفیسر کی بیوی بن کر عیش و آرام کی زندگی گزارے گی۔ مختلف قسم کی محفلیں، پارٹیاں، سیر و تفریح، عزت و منزلت، قیمتی لباس و گہنے، گاڑی' نوکر چاکر اور ڈھیروں ماتحت اس کے آس پاس منڈلاتے ہونگے۔ خوشبو نے ایسی ہی زندگی کا سپنا دیکھا تھا۔ اور پھر ایسی خوبصورت، خوبرو لڑکی کا حق بنتا ہے کہ وہ ایسی زندگی گزارے۔ تاہم اس کے اثر و رسوخ والے والدین کے گھر عیش و آرام کے تمام لوازمات مہیا ہیں۔ لیکن کلاس ون آفیسر کی بیوی ہونے کا رعب اور دبدبہ تو کچھ اور ہی ہوتا ہے۔

مختصر انتظار کے بعد مسز سریواستو خوشبو کے گھر تشریف لے آئیں۔ خوشبو نے بہترین ساڑی زیب تن کی اس پر سلیپ لیس بلاؤز جو اس کی خوبصورتی میں اضافہ کر رہا تھا۔ مناسب میک اپ کے ساتھ وہ انتہائی خوبصورت لگ رہی تھی۔ مسز سریواستو نے اسے بغور نیچے سے اوپر تک دیکھا۔ گفتگو کا آغاز اس کی تعلیم سے ہوا اور ہابیز (مشغلوں) کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ ناشتہ اور پھر اس کے بعد کھانے کا سلسلہ چلا۔ خوشبو اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر محترمہ کی خدمت میں دل و جان سے لگی رہی اور جو انہوں نے کہا وہ اس نے کیا چاہے اس پر گراں ہی کیوں نہ گزر رہا ہو........

پسند اور ناپسندیدگی کے اظہار کے بغیر محترمہ سریواستو واپس چلی جاتی ہیں۔ خوشبو پرامید ہے کہ وہ ہر حال میں اسے پسند فرما لیں گی۔ لیکن ایک ماہ گزر جانے کے بعد بھی جب ان کا کوئی جواب نہیں آیا تو خوشبو کے والد نے محترمہ سے ان کی پسند ناپسند کے بارے میں معلوم کیا تو جواب انکار میں تھا۔ یہ جان کر اس کے پیروں تلے سے زمین کھسک گئی۔ اس کا سارا غرور چکنا چور ہو گیا۔ جیسے اس کی کوئی عزیز شے چھن گئی ہو۔ وہ شرمندگی اور جھنجھلاہٹ کے حصار میں تھی۔ ماں باپ اور عزیزوں نے اسے سمجھایا کہ وہ خوبصورت ہے خوبرو ہے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے اس لئے اس سے کہیں زیادہ بہتر رشتہ مل جائے گا۔ جو چلا گیا، جس نے قدر نہ کی اس کے بارے میں کیا سوچنا............ اور پھر پسند اور ناپسند کا سلسلہ تو رشتوں میں چلتا ہے

......تو پھر افسوس اور دکھ کیوں؟

ہر انسان چاہتا ہے کہ تمناؤں اور آرزوؤں کے تمام پھول اس کی جھولی میں آ گریں، خواہشوں کی کلیاں پلک جھپکتے ہی کھل کر اپنی خوشبوئیں ہر سمت بکھیرنے لگیں۔ لیکن انہیں یہ خیال تک نہیں آتا کہ سبھی آرزوئیں، خواہشیں پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچتیں اور جو خالقِ کائنات نے لکھ دیا ہے وہی ہو کر رہتا ہے۔ اس میں ذرّہ برابر بھی کوئی تبدیلی نہیں لا سکتا۔

منوہر سریواستو اندرا کالونی میں رہتے ہیں۔ ان کے کھانے کے انتظام کے لئے ایک بیوہ عورت رکمنی تائی صبح وشام آتی اور کوشش کرتی کہ وہ اس کی موجودگی میں کھانا کھا لیں۔ لیکن اکثر وہ دیر سے گھر پہنچتے تب تک وہ اپنے گھر جا چکی ہوتی تاہم انہیں گرم کھانا ہاٹ پاٹ میں رکھا ملتا۔ رکمنی تائی مسز سریواستو کے میکے کے گاؤں کی ہیں، انہیں نہ صرف کھانے پر مامور کیا ہے بلکہ اپنے بیٹے کی دیکھ ریکھ کے لیے بھی۔ مسز سریواستو تو سال میں دو ایک بار یہاں آتی ہیں۔ اچانک رکمنی تائی کی طبیعت ناساز ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ان کی سانولی سلونی ہائی اسکول فیل بیس سالہ لڑکی اپنی ماں کی جگہ منوہر شریواستو کے کھانے کے انتظام کے لئے آنا شروع کر دیتی ہے۔ اتفاق سے اس کا نام بھی سلونی ہے۔ وہ سانولی تو ہے مگر اس کے نقش ونگار، بھرا پرا پُر شباب جسم جس کی الہڑ و مست جوانی نے منوہر کو بے حد متاثر کیا تھا۔ وہ جب اسے کھانا دینے آتی تو وہ اسے کنکھیوں سے نہارا کرتے۔ فلیٹ میں وہ دونوں اکیلے ہوتے۔ ان کی کوشش رہتی کہ شام کو جلد از جلد اپنے فلیٹ میں پہنچ جائیں تاکہ سلونی اسے کھانا پروس کر اندھیرا ہونے سے پہلے اپنے گھر چلی جایے۔ اس کی مدھ بھری جوانی اور تنہائی نے ایک دوسرے کو بہت قریب لا دیا تھا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو اپنا سب کچھ سونپ دیا۔ تاہم اسے یہاں آیے ہویے ایک مہینہ ہی گزرا تھا کہ اس کے پیٹ میں منوہر کا بچہ پنپنے لگا۔ دونوں کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے مندر جا کر خاموشی سے شادی کر لی تھی، اب وہ سلونی شریواستو بن گئی تھی اور ایک بیٹے کی ماں ہونے کا بھی اس نے شرف حاصل کر لیا تھا۔

مسز شریواستو اپنے بیٹے کے لئے اپنی پسند کی دلہن تلاش کرنے میں محو تھیں اور تلاش بھی ایسی ویسی نہیں بلکہ دنیا کی بہترین اور خوبصورت ترین دلہن.......

وہ بذات خود دنیا کی ایک ایسی عورت تھیں جنہوں نے اپنی دلہن کی تلاش میں تمام اخلاقیات، شرم وحیا، نسوانی تقدس کو بالائے طاق رکھ دیا تھا۔ دس لڑکیوں کے فوٹوز فراہم کرنے کے بعد ان میں سے ایک یا دو لڑکیوں کو پسند کر کے پرپوز کرتی ہیں۔ اور ان کے والدین خود کو خوش قسمت تصور کرتے ہویے انہیں اپنے یہاں مدعو کرتے اور مسز شریواستو اپنے عجیب وغریب پیمانۂ معیار پر کھری نہ اترنے پر انہیں خارج کر دیتی ہیں۔

منوہر اپنی بیوی بچے کے ساتھ عیش وآرام سے زندگی گزار رہے تھے۔

ان کی والدہ بھی گزشتہ دو سال سے لکھنؤ نہیں آئی تھیں۔ حسب معمول منوہر اپنی ڈیوٹی پر گئے تھے کہ اچانک ان کی والدہ مسز شریواستو لکھنؤ تشریف لے آئیں اور جب ان کا سامنا ان کی بہو اور پوتے سے ہوا تو جیسے ان کی جان نکل گئی ۔ آسمان ان کے سر پر آ پڑا۔ ان کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ ان کی بہو ایک مفلس گھرانے کی کالی کلوٹی ان پڑھ جاہل لڑلی ہوگی۔ ان کے ذہن میں وہ تمام لڑکیاں بازگشت کرنے لگیں جن کے ساتھ انہوں نے نازیبا، انسانیت سوز حرکات کرنے کے بعد خارج کر دیا تھا۔ وہ خموشی کی مورت بنی ان دونوں کو دیکھتی رہیں اور دیکھتے دیکھتے بے ہوش ہو گئیں۔

منوہر کو جیسے ہی یہ اطلاع ملی وہ ڈاکٹر کو لے کر فوراً آ گئے۔ ڈاکٹر نے انہیں معائنہ کے بعد ہارٹ فیل ہونے کی وجہ سے مردہ قرار دے دیا۔ جن حیرت انگیز حالات میں مسز شریواستو کے ہارٹ فیل ہونے سے ان کی موت کی اطلاع جیسے ہی خوشبو کو ملی، اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ یہ آنسو افسوس یا ماتم کے نہیں بلکہ خوشی کے تھے، نہ جانے کتنی معصوم لڑکیوں نے مرحومہ کی حرکتوں سے خون کے آنسو بہائے تھے۔ ان کی ہائے خالی نہیں گئی.........خوشبو کے ساتھ ہویے سلوک کی ایک ایک بات اس کے ذہن میں بازگشت کرنے لگی۔

کھانے سے فارغ ہو کر مسز شریواستو نے خوشبو کے والدین سے بڑے ہی مؤدبانہ انداز میں کہا تھا کہ وہ اسے ایک کمرے میں لے جا کر کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتی ہیں۔ تو انہوں نے خندہ پیشانی سے کہا۔ اب تو یہ آپ کی ہو گئی ہے۔ آپ جو معلوم کرنا چاہیں معلوم کر لیں۔ خوشبو ان کے تمام سوالات کا جواب دینے کے لئے تیار تھی ''اسے ایک افسر کی بیوی جو بننا تھا''۔ اس طرح کے سوال وجواب کے مراحل سے تو اسے اب گزرنا ہی پڑے گا۔ میڈیا والے اس سے انٹرویو لیا کریں گے۔ مختلف میٹنگوں اور محفلوں میں افسران وان کی بیویوں سے مذاکرات ہوا کریں گے اور ان مذاکرات کے لئے بھی ڈھیروں سوالوں کے برجستہ اور برمحل جوابات دینے ہوں گے، تو کیوں نہ ابھی سے رہرسل کا آغاز کر لیا جائے۔ انہوں نے کمرے کی کھڑکیاں اور دروازے بند کر لیے اور اسے ایک کرسی پر بٹھا کر بڑے پیار اور عاجزی سے کہا کہ وہ ان کی پسند کے پیمانے پر پوری اترتی ہے صرف اسے ایک چھوٹے سے ٹیسٹ سے گزرنا ہے۔ اس نے قدرے مسکراتے ہوئے کہا ''آپ جو بھی کہیں میں تیار ہوں''۔.. محترمہ کمرے کے دروازے کے پاس ایک کرسی پر بیٹھ گئیں اور حکم فرمایا کہ وہ اپنے سارے کپڑے اتار کر وہیں بیڈ پر رکھ دے اور برہنہ چل کر ان کے پاس آئے۔ خوشبو کے کانوں کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ کہیں وہ مذاق تو نہیں کر رہی ہیں۔ بھلا ایسا ٹیسٹ تو کسی کے ساتھ نہیں ہوتا.........محترمہ نے پھر دہراتے ہوئے کہا کہ اس کے آفیسر بیٹے کی بیوی بننے کے لئے خود کو برہنہ

(قیمت کا بقیہ صفحہ 38 پر)

نورشاہ

14, Lal Ded Colony, Goripora Link Road,
Rawalpora, Srinagar - 190005, Kashmir.
Cell: 9906771363; email: nagina968@gmail.com

دوا سے دُعا تک

اسپتال جانے کا میرا مقصد اکرم کی ماں کی خیر و عافیت معلوم کرنا تھا۔ اکرم کے بارے میں بتادوں کہ وہ ہمارا گھریلو نوکر ہے اور کئی برسوں سے ہمارے ہاں کام کرتے کرتے اب گھر کے ایک فرد کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ ابھی کچھ دن پہلے اُس کی ماں بیمار ہوگئی اور علاج و معالجہ کے لئے اکرم کو اُسے اپنے گاؤں سے شہر لانا پڑا۔ شہر آتے ہی اُس کی صحت اور بگڑ گئی جس کی وجہ سے اکرم کو اُسے اسپتال میں داخل کرانا پڑا۔ تب سے وہ ہمارے گھر نہ آسکا اور اپنی ماں کی دیکھ بھال کے لیے اُس نے اسپتال کے کسی خاموش گوشے کو اپنا مسکن بنالیا تھا۔ چند روز قبل امی بھی اُس کی ماں کو دیکھنے کے لئے اسپتال گئی تھیں۔ وہ بتا رہی تھیں کہ اکرم کی ماں کی حالت تسلی بخش نہیں ہے، وہ شاید زندگی کی آخری سانسیں گن رہی ہے۔ یہ کہہ کر وہ خاموش ہوگئیں تھیں، لیکن امی کی چہرے کی اُداسی اکرم کی ماں کی علالت کی عکاسی کر رہی تھیں۔ یہ بات میرے ذہن میں محفوظ تھی۔ کچھ دن بعد میں نے بھی اکرم کی ماں کی خیر خبر جاننے کے لئے اسپتال کا رُخ کیا۔ اسپتال کے بیرونی دروازے کے اندر قدم رکھتے ہی مجھے کار پارکنگ کے نزدیک لوگوں کی ایک بڑی بھیڑ دکھائی دی۔ کچھ لوگ جانے کیا دیکھنے کے لئے ایک دوسرے سے بازی لینے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں اُنہیں نظر انداز کر کے اسپتال کے اندر چلی گئی۔ اکرم کی ماں کا وارڈ تلاش کرنے میں مجھے زیادہ دیر نہیں لگی، لیکن مجھے یہ دیکھ کر بے حد حیرانی ہوئی کہ ان ہی چند دنوں میں وہ صحت یابی کی جانب قدم رکھ چکی تھی۔ بوڑھے چہرے پر رونق سی آ گئی تھی۔ بجھی سی آنکھوں میں روشنی کی ایک اَن دیکھی رونق سی آ گئی تھی اور وہ اپنے ناتواں ہاتھوں میں پیالہ تھامے چائے پی رہی تھی اور خوش بھی نظر آ رہی تھی۔ اُس کا حال جاننے کے بعد میں نے اکرم کے بارے میں پوچھا :

''جانے کہاں چلا گیا ہے۔ ابھی کچھ دیر پہلے آیا تھا۔ میرا حال پوچھنے کے بعد دوبارہ جانے کہاں چلا گیا ۔ ۔ !''

میں وارڈ سے باہر آئی اور کار پارکنگ کا راز جاننے کے لئے بھیڑ کے ذرا قریب گئی۔ اس بھیڑ میں مجھے اکرم بھی نظر آیا۔ وہ مجھے دیکھتے ہی بھیڑ سے باہر آیا اور مجھے دیکھ کر حیران ہوا :

''میں تمہاری ماں کو دیکھنے آئی تھی۔ پہلے سے بہتر نظر آ رہی ہے۔ اُسے اب گاؤں کب لے جا رہے ہو ۔ ۔ ؟''

''بڑی دیدی، جب اسپتال والے اجازت دیں گے، لیکن ۔ ۔ !''

''لیکن کیا ۔ ۔ ؟''

''جس کی دعاؤں سے میری ماں اتنی جلد صحت یاب ہوگئی وہ اب ہمارے درمیان نہ رہی''

''تم کیا کہہ رہے ہو؟ کس کی بات کر رہے ہو؟''

''دوا نے تو میری ماں کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ ڈاکٹر قریب قریب جواب دے چکے تھے، لیکن مالاماں کی دُعا نے اُسے صحت دی، زندگی دی''

''کون مالاماں ۔ ۔ ؟''

''مالاماں نے اس اسپتال کے ایک پرانے اور بوسیدہ گیراج کے ایک گوشے کو اپنا گھر بنالیا تھا۔ سنا ہے وہ کافی دنوں سے یہاں رہ رہی تھی۔ صبح سے رات گئے تک بیماروں کی صحت یابی کے لئے دُعا مانگنا اُس نے اپنی زندگی کا ایک حصہ بنالیا تھا۔ وہ کون تھی، کہاں سے آئی تھی، کوئی نہیں جانتا۔ شاید کوئی جاننا بھی نہیں چاہتا تھا۔ سب اُس کی دعاؤں کے متمنی تھے، لیکن اب وہ یہ دنیا چھوڑ کر چلی گئی ہے، ہمیشہ کے لئے۔ اسی وجہ سے یہاں اتنی بھیڑ جمع ہو چکی ہے۔ ہاں سوچتا ہوں۔ بڑی دیدی ۔ ۔ !'' ''کیا سوچتے ہو اکرم .....!''

''اس اسپتال میں دوا تو ملے گی لیکن دُعا ۔ ۔ !'' میں نے اکرم کی آنکھوں میں دیکھا.... دیکھتی ہی رہی۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔☆☆☆

لاریبؔ عباسی

AbbasAliHydery.Kamptee.Dist:Nagpur(M.S)
Mob-7768981786

ایک غزل

زیست کے پیچ و خم ارے توبہ | ہم ہوئے وقفِ غم ارے توبہ
کیا کہیں شیخ اور برہمن کو | بے وفا اور ہم ارے توبہ
اب خوشی بھی کوئی خوشی نہ لگے | اف یہ تاثیرِ غم ارے توبہ
راہ عشق و وفا کی مت پوچھو | پُرخطر ہر قدم ارے توبہ
رہبروں کی عنایتیں مت پوچھ | ان کے لطف و کرم ارے توبہ
عافیت خامشی میں ہے لاریب | ان کے قول و قسم ارے توبہ

افسانہ

محمد طارق
Inamdar House ,Kholapur
Dist,Amravati-444802(M,S)

وار

رشتے دار تدفین کر کے گھر آ چکے تھے ،گھر کا ماحول بڑا روح فرسا تھا۔کیا رشتے دار، کیا شناسا، کیا پڑوسی......سب پر جیسے پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ہر کوئی رنجیدہ تھا۔ہر چہرہ غم زدہ اوران چہروں کے درمیان قریباً بائیس سال کی ایک لڑکی پتھر کا مجسمہ بنی کھڑی تھی۔

زیتونی رنگت کا بیضوی چہرہ ،صراحی دار گردن گھنی پلکوں والی بادام نما آنکھیں جن سے ان دنوں شوخ مسکراہٹیں پھوٹی پڑتی تھیں جن دنوں اس کی امی جان زندہ تھیں۔لبوں پر تبسم کے پھول کھلے رہتے تھے۔ان دنوں وہ اپنے پرکشش بدن کو قابو میں رکھنے کے لئے خود بے قابو ہو جایا کرتی تھی۔آج وہ لڑکی ساکت بے حس وحرکت پتھر کا مجسمہ بنی گھر کے آنگن میں کھڑی تھی۔اس کے آگے صرف ایک ہی سچائی تھی کہ وہ تنہا ہے۔

اس نے گھر کے اوپر آسمان کو دیکھا......گہرے نیلے آسمان پر سورج چمک رہا تھا۔اس کا جی چاہا کہ سورج ''سوا نیزے'' پر آجائے اور سب کچھ تباہ ہو جائے۔گھر، رشتے دار، پڑوسی اور شناسا سب خاک میں مل جائے،ساری دنیا ختم ہو جائے......ایسی چاہت ماں کے انتقال کے بعد سے اکثر اس کے دل میں پیدا ہوتی تھی۔جس کی اذیت وہ خموشی سے سہہ لیا کرتی تھی۔

آج بھی وہ گھر کے آنگن میں کھڑی اپنی چاہت کی اذیت سہہ رہی تھی۔سورج پر اس کے جذبات واحساسات کا کوئی اثر نہیں تھا۔وہ ویسا ہی روشن تھا جیسا برسوں سے روشن ہے،گھر کے آنگن میں دھوپ کھلی تھی۔

اس کا چاچا آنگن کے کونے میں جھلسی ہوئی اینٹوں کا چولہا بنانے میں مصروف تھا۔اینٹیں وہی تھیں جو ایک سال قبل اس کی ماں کے انتقال کے وقت چولہا بنانے کے لئے استعمال کی گئی تھیں۔چولہے کی جگہ بھی نہیں بدلی گئی تھی۔مسجد سے کھچڑی بنانے کے لئے اتفاق سے وہی چھوٹی دیگ ملی تھی جو اس کی ماں کی تدفین کے بعد مسجد سے کھچڑی بنانے کے لئے لائی گئی تھی۔

چولہا تیار ہو چکا تو ایک پڑوسی نے چولہے میں ایندھن بھر کے آگ لگا دی۔فوراً لڑکی کے چاچا نے پڑوسی کی مدد سے جلتے چولہے پر دیگ رکھ دی پڑوسی نے دیگ میں تیل مسالہ وغیرہ ڈالا اور کفگیر سے کھچڑی کا مسالہ بھوننے لگا۔

کھچڑی کے مسالے کی مہک لڑکی کی ناک میں بھر گئی۔اس کا جی متلانے لگا۔ایک سال قبل اس کی ماں کی تدفین کے بعد بنائی گئی کھچڑی کے مسالے کی مہک سے اسے ابکائی نہیں آئی تھی۔اس کے باپ کی تدفین کے بعد بنائی جانے والی کھچڑی کے مسالے کی مہک ناک میں بھرتے ہی اسے قے ہونے لگی۔

مسالہ بھونا جا رہا تھا..............

اسے قے ہو رہی تھی...........

قے سے اس کا بدن نڈھال ہو چکا تھا........چاچی دوڑ کر آئی اور اسے اپنی بانہوں کے سہارے کمرے میں لے گئی اسے پلنگ پر لٹا دیا،جس پلنگ پر اس کے باپ کا ہارٹ اٹیک سے انتقال ہوا تھا۔

پلنگ پر لیٹتے ہی پھر اس کا جی متلانے لگا۔وہ اٹھ بیٹھی۔پیٹ دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر سر جھکا کر قے کرنے لگی..........چاچی اس کی پیٹھ سہلا رہی تھی۔

''چاچی مجھے اچھا نہیں لگ رہا ہے'' وہ نڈھال ہو کر بولی۔

مت گھبرا....میں تجھے ہسپتال لئے چلتی ہوں۔

چاچی فوراً کمرے سے نکلی اور اس کے چاچا کے پاس گئی'' فوزیہ کو بہت قے ہو رہی ہے جی! آپ آٹو رکشہ لا دیجئے میں اسے ہسپتال لے جاتی ہوں۔

اس کا چاچا آٹو رکشہ لے آیا اور چاچی فوزیہ کو ہسپتال لے گئی۔لیڈی ڈاکٹر نے فوزیہ کو چیک کیا اور پھر اس کی چاچی کو جو کہا اسے سن کر فوزیہ سہم گئی۔حواس باختہ ہو گئی، چہرے کا رنگ فق ہو گیا اور رگ و پے میں دہشت بھر گئی۔

لیڈی ڈاکٹر کی بات سے اس کی چاچی کے حواس پر بھی بجلی گر چکی تھی۔

چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں،خون اس کی کنپٹیوں پر ٹھوکریں مارنے لگا تھا۔

چاچی نے نہایت حقارت آمیز نگاہ فوزیہ پر ڈالی جو ٹیبل پر مجرم کی طرح سر جھکائے بیٹھی تھی۔اور پھر دانت پیس کر چاچی نے فوزیہ کی کلائی اس زور سے موڑی جیسے ابھی توڑ ہی دے گی۔بولی، چل....حرامزادی......گھر چل.......

فوزیہ کے لب بھنچے ہوئے تھے۔آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔اس کا بدن لرزے کے مریض کی طرح کانپ رہا تھا۔چاچی کو اس پر ترس نہیں آیا وہ نہایت غصے میں فوزیہ کو گھسیٹتے ہوئے ہسپتال کے گیٹ کے باہر لے آئی۔

گیٹ پر آٹو رکشہ کھڑا تھا۔چاچی نے فوزیہ کو کھینچ کر آٹو رکشہ میں بٹھایا ....گھر لے آئی اور سیدھا اس کمرے میں لے آئی جہاں اس کے باپ کا انتقال

ہوا تھا۔فوزیہ کا چاچا بھی کمرے میں پہنچ گیا۔پوچھا، کیوں کیا ہوا فوزیہ کو؟

چاچی نے دروازہ بند کیا اور طیش بھرے لہجے میں بولی ”اس نے ہماری ناک کٹادی۔حاملہ ہے یہ! پوچھو اس کلموہی سے کس سے منھ کالا کیا اس نے۔

فوزیہ کے چاچا کے چہرے کے تاثرات یکلخت بدل گئے۔آنکھوں میں نفرت اور طیش کی چنگاریاں دہکنے لگیں۔نہایت غضب ناک لہجے میں وہ فوزیہ سے مخاطب ہوا۔کیوں ری......کون ہے وہ؟ میرے بھائی نے تیری خاطر دوسری شادی نہیں کی دن بھر جھاڑ پھونک سے لوگوں کا علاج کرتا رہا۔جڑی بوٹیاں کوٹ پیس کر دوائیں تیار کر کے شہر کے فٹ پاتھ پر بیچ کر تیرے لئے پیسے کماتا رہا اور تو اس کی غیر حاضری میں کس کے ساتھ گل چھرے اڑاتی رہی ....کون ہے وہ حرامی ......بتا حرامزادی!

وہ چاچا کی طرف آنسو بھری نگاہوں سے دیکھنے لگی۔اس کے لب سختی سے بھنچے ہوئے تھے اور اس کی آنکھوں میں انتہائی بے بسی تھی۔

”بتا کون ہے وہ؟“ چاچا نے اس کے جھونٹے پکڑ کر اس زور سے اس کی کمر پر لات ماری کہ فوزیہ کمرے کے کونے میں جا گری۔گرتے ہی اس کے ضبط کا پیمانہ چھلک پڑا اور لبوں کے تالے ٹوٹ گئے اور وہ تقریباً چیخ کر کہہ اٹھی ”چاچا“... پھر اس کی آواز گلے میں پھنس گئی اور پھنسی آواز میں جو اس نے اٹک اٹک کر کہا....... اس سے چاچا کے دل پر ایک گھونسا سا لگا۔دل و دماغ میں غصے کی آگ دہک اٹھی جس سے اس کا چہرہ بھٹی میں جلتے ہوئے کوئلے کی طرح سرخ ہو گیا۔جبڑے کی ہڈیاں پھڑکنے لگیں اور بدن طیش سے کانپنے لگا.........خون نے جوش مارا۔

حرام زادی! دانت پیس کر چاچا دہاڑا اور پھر اس نے اور ایک غلیظ گالی دے کر کمرے میں رکھی ہوئی لاٹھی سے فوزیہ پر ایسا وار کیا کہ سچ کہنے والی فوزیہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئی۔

اور اس کے باپ کا کردار رحمۃ اللہ علیہ کی کھونٹی پر لٹک گیا۔

☆☆☆

(قیمت کا بقیہ)

کر کے انہیں دکھلانا ہوگا۔اس کے بعد وہ اپنی پسند کا اظہار کریں گی اور یقیناً وہ اسے ہی پسند کریں گی۔خوشبو ہواؤں کے دوش پر سپنوں کی دنیا میں پہنچ گئی تھی وہ اپنے ہونے والے آفیسر شوہر کے خیال میں اس شدت سے کھو گئی کہ اس نے اپنے جسم کے سارے کپڑے کب اتارے اسے احساس ہی نہیں ہوا، وہ ان ہی خیالات کے پنکھ پر سوار ہو کر ان تک برہنہ پہنچ گئی۔انہوں نے پھر حکم فرمایا ”آہستہ آہستہ واپس اپنی جگہ چلی جاؤ اور کپڑے پہن لو‘ وہ اپنی جگہ واپس آئی اور کپڑے پہن لئے۔لمحہ بھر بعد وہ کمرے سے باہر چلی گئیں۔جیسے ہی وہ تخیلات سے باہر نکلی اور ہوش آیا وہ احساس ندامت سے زار و قطار رو پڑی۔اپنا چہرہ اپنے ہاتھوں میں چھپا کر اپنے بیڈ پر الٹی لیٹ گئی اور سوچنے لگی کہ کاش اس نے ایسا نہ کیا ہوتا۔لیکن اس کے سامنے ایک شاندار مستقبل نظر آ رہا تھا جس کی قیمت تو اسے ادا کرنی ہی تھی۔☆☆☆

عبدالسلام کوثر
Junihatri
Rajnandgaon-491441(C.G)
Mob-9300212960

ایک غزل

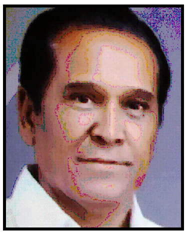

وفا‘ اخلاص اور تہذیب کے پیکر بناتا ہوں
میں اپنے دور کے بچوں کو دیدہ ور بناتا ہوں

ادب کے آسماں پر فکر کے منظر بناتا ہوں
میں شاعر ہوں غزل کے خوش نما زیور بناتا ہوں

وفا کی راہ میں چل کر محبت انکساری سے
میں اپنی شخصیت کو اور قد آور بناتا ہوں

میں شاہیں ہوں مرا مسکن‘ مری پرواز مت پوچھو
میں اپنا گھر پہاڑوں کی بلندی پر بناتا ہوں

نہ جانے کیوں در و دیوار سے حسرت ٹپکتی ہے
میں ارمانوں کے کاغذ پر جب اپنا گھر بناتا ہوں

اب اس کو مصلحت سمجھو کہ میرا حوصلہ جانو
میں اپنا آشیانہ برق کی زد پر بناتا ہوں

لڑکپن یاد آتا ہے تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
تصور میں گھروندے جب بھی ساحل پر بناتا ہوں

رہیں خوش حال دنیا میں سبھی یہ سوچ کر اکثر
میں لوگوں کے لیے ہر دور کو بہتر بناتا ہوں

یہ حکمت کا کرشمہ ہے کہ بازی گر بھی حیراں ہیں
”میں کاغذ کے سپاہی کاٹ کر لشکر بناتا ہوں“

جدھر دیکھو اُدھر یلغار علم و فن پہ ہے کوثرؔ
اسی باعث میں غزلوں کے زرہ بکتر بناتا ہوں

مختصر افسانہ

ڈاکٹر ظہیر آفاق
No-173-V,M, Street
1stFloor Royapettah
Chennai-600014
Mo-9176289512

بھیگے اشکوں کی بازگشت

برکت اللہ یونیورسٹی سے کچھ آگے ایک تاریخ ساز سڑک جس کا نام کچھ اور تھا۔لیکن ....وہ سڑک سہراب مودی روڈ کے نام سے مشہور ہے۔سہراب مودی جوار دو فلموں کے بادشاہ..........ان کا گل کدہ بھی اسی سڑک پر رونق افروز تھا۔

اسی سڑک پر مہاراشٹر کے بزرگ صحافی گلبر سنگھ بیدی کی رہائش گاہ بھی تھی۔بیدی صاحب کی عمر پچھتّر سے زیادہ تھی۔وہ بہت دنوں سے گردوں کی اذیت میں مبتلا تھے۔ہسپتال میں ان کا داخلہ ہوا۔لیکن دو دن بعد گھر واپس آ گئے ڈاکٹروں نے کہا کہ کسی علاج کی ضرورت نہیں۔بس گھر پر آرام کریں''Pray God'' کے ایک جملے سے بیدی صاحب نے علاج سے دامن بچا لئے۔

اسی سڑک پر بنگالی محترمہ کی بھی حویلی تھی۔محترمہ کی عمر ساٹھ سے زیادہ تھی۔محترمہ کے رحم میں بار بار درد کے غلبے رقص فرمانے لگتے تھے،انہیں ڈاکٹروں کی ہدایت پر اکس رے(X-Ray) لینے پڑے

ڈاکٹر نرنجن شرما کا مشاہدہ تھا کہ یہ ایک ٹیومر (Tumour) ہے۔

ڈاکٹر اریب بھارتی کا معائنہ تھا یہ ایک(Fybroid) ہے۔

ڈاکٹر زیبا اختر کا بیان تھا کہ یہ ایک(Peptic Ulcer) ہے

سائنس کے فرشتوں نے کہا،فوراً آپریشن کریں تو پتہ چلے گا کہ مسئلہ کیا ہے؟ آپریشن سے معلوم ہوا کہ محترمہ کے رحم میں کینسر تھا۔آپریشن کامیاب تو ہو گیا مگر وہی تکلیف جو پہلے تھی سو اب بھی ہے اور محترمہ آرام سے اپنے گھر پہنچ گئیں۔

اسی سڑک پر کیرالا کے رابنسن کا ب (Cottage) بھی تھا۔جن کی عمر پچاس سے زاید تھی۔ایک خوش مزاج نوجوان جو دو سال پہلے نمونیہ سے نجات پایا تو یرقان(Juandice) میں مبتلا ہو گیا۔اس کے بعد اس کے جسم میں معیادی بخار کے جراثیم نے گھیرا کر لئے۔چلتے چلتے اس کی صحت میں کچھ ایسے مسائل پیدا ہو گئے جنہیں(Scanning) کرنے کے بعد سارے فیصلے ناکام ہو گئے اور اس کی زندگی چراغِ سحر بن کر رہ گئی۔

اسی سڑک کے درمیانی حصہ میں ایک فرسودہ عمارت تھی اس عمارت کے صحنِ گلستاں میں زیواگو(Zivago) نامی ایک کتا رہتا تھا۔حیرت کی بات یہ تھی کہ اس کتے میں کچھ ایسی فضیلتیں موجود تھیں۔وہ اکثر بھوکا رہتا تھا،راتوں کو بہت کم سوتا تھا۔اس کی کوئی میراث نہیں تھی۔تھوڑی سی جگہ پر سکونت اختیار کر لیتا تھا۔یہ اس کی قناعت نوازی تھی۔

بقول علامہ جمال الدین بغدادی قلم طراز ہیں کہ صالحین ،متوکلین ، زاہدین،صابرین ،متواضعین تمام مومن نواز نعمتیں ہیں جو زی واگو میں پائی جاتی تھیں۔..............(حوالہ؛؛ حیات الحیوان)

تصویر کے دوسرے رخ پر ....گلبر سنگھ بیدی،محترمہ وشنو پریا اور برخوردار رابنسن ....اپنی اذیت کا ماتم نہیں مناتے تھے۔اپنی قسمت کی بے بسی پر آنسو نہیں بہاتے تھے۔خدا کی دی ہوئی نعمتیں سمجھ کر قدرت کی مصلحت کو اپنے سینے سے لگائے رہتے۔

چلتے چلتے شبنمی رات کا منظر حسّاس ہوتا گیا۔

راتوں میں کتے کے رونے کی آواز سنائی دینے لگی۔اس کے رونے کی آواز میں گدازی تھی.........تڑپ تھی۔

روایت ہے کہ جب کتا روتا ہے تو ماحول پر کوئی برا شگون حاوی ہوتا ہے یا کسی کی موت کے آثار ہیں۔وہاں کے شہریاروں کا گمان تھا کہ یہ رونے کی آواز زی واگو کی ہو گی............تین دن رونے کی آواز کا سلسلہ جاری رہا۔

چوتھے دن عمارت کی سیڑھیوں پر زی واگو سویا ہوا نظر آیا۔لیکن حقیقت میں وہ سو نہیں رہا تھا اس کا انتقال ہو گیا تھا..........اس بے زبان کے انتقال کے بعد وہ تینوں مریض بھی صحت یاب ہو گئے۔

ان تینوں مریضوں کی صحتیابی کے لیے ایک بے زبان کے بھیگے ہوئے اشکوں کی دعائیں تھیں،قدرت کی کرم فرمائی کا معجزہ تھا۔

☆☆☆

طرحی غزل

مفتاح اعظمی (ہگلی مغربی بنگال)
Mob-8274818182

جس گلشنِ حیات کا نہ باغباں ہوا
اس میں ہمیشہ دیکھا ہے دورِ خزاں ہوا

مہنگائیوں نے حال برا کر دیا ہے یوں
سامانِ خورد و نوش تو بے حد گراں ہوا

نیتا خود اپنے پیٹ کو بھرنے لگے یہاں
بد حال آج اس لیے ہندوستاں ہوا

اس زیست کے سفر میں بھی آیا ہے وہ مقام
''ہر سنگِ راہ مجھ کو ترا آستاں ہوا''

جو بدگمان مجھ سے تھا مفتاح آج تک
میرا خلوص دیکھ وہی قدرداں ہوا

محمد طارق اسلم
Haroon Nagar Colony
Phulwari Sharif Patna-801505

افسانچے

اللہ کے واسطے

کافی عرصے بعد وہ اپنے گاؤں گیا تھا۔اس لئے گھر پریوار کی بڑی بوڑھیاں، چاچیاں اور بھابی سے گھرا تھا۔ پریوار کے دوسرے ارکان کے بارے میں پوچھ گچھ ہورہی تھی۔

اچانک بھابی پاس بیٹھتے ہوئے پوچھنے لگی ''یہ کیا میں سن رہی ہوں امن تم اس بچے کے بعد بیوی کا آپریشن کروانے کی سوچ رہے ہو۔اور تمہارے ابو بھی ہاں میں ہاں ملارہے ہیں۔سچ مچ میں سٹھیا گئے ہیں کیا؟

بھابی جان ابھی کچھ اور کہتیں،اس سے پہلے چاچی نے ٹانگ اڑادی ،یہ سب اچھی بات نہیں ہے امن، یہ سراسر گناہ ہے۔جب خدا کے سامنے عمل کا حساب ہوگا تو ان کے سامنے کون سامنہ لے کر جاؤ گے؟ بچہ ہو یا رزق یہ سب دینے والا اللہ ہے۔تم کماتے نہیں ہو کیا۔ بلکہ اپنے وسیلے سے وہ دیتا ہے۔پھر تمہیں آپریشن کا ارادہ چھوڑ دینا چاہئے بیٹا۔میری مان لو

چاچی نے ایک طرح سے اپنا آخری فیصلہ سنا دیا۔وہاں موجود اور ساری عورتوں نے ہاں میں ہاں ملائی تھی۔

مجھ سے رہا نہیں گیا'' آپ جو کہہ رہی ہیں سب صحیح ہے۔مگر بتایئے تو سہی۔اللہ نے ہمیں دل ودماغ کس لئے دیا ہے۔اپنا بھلا برا سوچنے کے لئے ہی نا۔کسی کتاب میں آپریشن کا حکم نہیں ہے تو درجن بھر بچہ پیدا کرنے اور ننگ دھڑنگ رکھنے کا بھی حکم کہاں ہے؟ جن کی نہ روزمرہ کی ضروریات پوری ہو نہ خواہش۔یہ بھی بھلا کوئی زندگی ہے''اس کے اتنا کہنے کے بعد سب نے چپی سادھ لی تھی۔

شہرت

کریم صاحب موٹر سائیکل اسٹارٹ کرنے ہی والے تھے کہ سامنے پڑوسی احمد میاں آ کھڑے ہوئے۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتے احمد میاں شروع ہو گئے۔ارے واہ جناب! آپ تو کمال کی چیز نکلے،خود تو بینک میں نوکری کر ہی رہے ہو اور اب بیوی کو بھی ٹیچر شپ مل گئی۔مگر اس موٹر سائیکل سے کب تک آتے جاتے رہیں گے۔بھئی اب تو کار خرید ہی ڈالئے حضور........دیر کس بات کی ہے۔یہ کہتے ہوئے ان کا ہاتھ پکڑ کر زور زور سے ہنسنے لگے تو انہیں بھی زبردستی مسکرانا پڑا۔لیکن انہیں اس وقت یوں محسوس ہورہا تھا جیسے کسی نے ان کے منہ پر تیزاب پھینک دیا ہوا ور چہرا جھلستا جارہا ہو۔جس کی تکلیف وہ بیان نہیں کرسکتے تھے۔

یہ منظر دور کھڑے دو آدمیوں نے دیکھا تو ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسنے لگے۔کریم میاں سوچ رہے ہیں کہ محلے کو سچائی کا پتہ نہیں ہے۔جب کہ بیوی کے قصے تو بچوں تک کی زبان پر چڑھ چکے ہیں۔ان کا طنزیہ لہجہ سن کر دوسرا آدمی بھی بول پڑا۔''انہیں کیا ضرورت تھی بیوی کو ماسٹرنی بنانے کی،وہ بھی جوان اور بے حد حسین بیوی۔آخر کس چیز کی کمی تھی ان کو؟''

کمی کی کیا کہتے ہو یار؟ اچھے پوسٹ پر میاں تھے۔بس ایک ہوس تھی کہ بیوی پڑھی لکھی ہے تو وہ بھی نوکری کرے۔جیسے گھر میں اس کے لئے کوئی کام ہی نہیں رہ گیا تھا۔''اب رکھئے بیوی کو عزت کے ساتھ۔سوشل میڈیا کے سالے لونڈوں اور لفنگوں نے عزت تو تارتار کردیا نا،اب جاؤ تھانے کیا کہوگے؟ کس بے بسی کا رونا روؤگے؟ کون سی مجبوری گاؤ گے؟

سمرستا

قبرستان کے پیڑ کی ڈال پر کبوتر نے نہایت حیرت سے کبوتری کی طرف دیکھا،تو پایا کہ وہ بھی اسی نظارے پر نگاہیں جمائے بیٹھی ہے۔جہاں سڑک کے بیچوں بیچ سامان سے لدے ایک ٹرک کو بھیڑ جلانے کی کوشش میں لگی ہے۔اور کچھ ہی لمحوں میں ہی ٹرک آگ کی لپٹوں میں گھر گئی تھی۔

پولس نے بھیڑ کو اس حرکت سے روکنے لگی تو لوگ اس پر ٹوٹ پڑے۔

پولس کو پیچھے ہٹنا پڑا۔اب بھیڑ نے سڑک کے کنارے دکانوں کو جلانا شروع کردیا۔

بھیڑ کو ایسا کرتے دیکھ ایک دوسرے گروہ نے بھی چن چن کر دکانوں کو نشانہ بنانا شروع کردیا۔یہ سب دیکھ کر کبوتری سے رہا نہیں گیا۔وہ بولی،یہ کیا بات ہوئی؟ ابھی تو سب مل کر ایک ٹرک کو جلانے میں جٹے تھے اور اب وہ ایک دوسرے کی دکانوں میں آگ لگارہے ہیں۔یہ کیا ماجرا ہے؟ میری تو سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔

یہ سب تمہاری سمجھ میں کبھی آئے گا بھی نہیں۔یہ انسان ہیں نا۔ان کی یہ فطرت بن چکی ہے۔جو ٹرک کو مل جل کے جلانے میں اتارو تھے،اس کی وجہ یہ تھی کہ تب سبھی کو ٹرک سے بچے کے کچل جانے کا غم تھا۔پھر جب ان کے دل ودماغ میں یہ خیال آیا کہ ٹرک تو کسی اور گروہ کا ہے اور بچہ کسی دوسرے گروہ کا ہے۔تب وہ

ایک دوسرے کے دھندے کو نشانہ بنانے لگے۔'' شاید اسی کو سمر ستا کہہ کر پری بھاشِت کرتے نہیں اگھاتا ہے انسان''۔

چلو جی، اچھا ہوا جو بھگوان نے ہمیں انسان نہیں بنایا۔ کبوتری نے کہا۔

یقین سے پرے

اس وقت کلینک میں میرے اور ڈاکٹر صاحب کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ دونوں ادھر ادھر کی باتوں میں مصروف تھے۔ اچانک کلینک کے سامنے ایک اسکوٹر آ کر رکا۔ جس پر ایک مولوی نما شخص کے ساتھ ایک جوان عورت سوار تھی۔ اس نے نقاب اوڑھ رکھا تھا۔ چہرے پر دو آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں جس سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کافی خوبصورت ہے اسکوٹر رکنے کے بعد وہ شخص ڈاکٹر صاحب کے پاس آ کر دعا سلام کے بعد کہنے لگا'' ڈاکٹر صاحب آپ تو ان کے مرض سے واقف ہیں آپ پریسکرپشن تیار رکھئے میں شام تک لوٹتا ہوں تو لیتا جاؤں گا'' یہ کہتے ہوئے اس کے چہرے پر شاطرانہ مسکراہٹ تیر گئی۔

اس کے جانے کے بعد مجھ سے رہا نہیں گیا اور پوچھ بیٹھا'' یہ کون سا مریض ہے بھائی؟ جس نے نہ خود کو دکھایا اور نہ ساتھ آئی عورت کو، اور کہتا گیا کہ پریسکرپشن بنا کر رکھئے''۔

اب آپ سے کیا چھپانا امن صاحب۔ آپ تو یہاں عرصے سے نوکری کر رہے ہیں، اسلئے یہ تو جان ہی گئے ہوں گے کہ علاقے کی ایک بڑی آبادی عرب دیشوں میں کمانے کے لئے جا چکی ہے۔ اب وہ اپنے ساتھ بیویوں کو تو نہیں لے جاتے ان کی دیکھ بھال گھر کے لوگ یا پھر پاس پڑوس کے لوگ ہی کرتے ہیں۔ یہ صاحب بھی انہی میں سے ایک تھے''۔

یہ کہہ کر وہ چپ ہو گئے۔ پھر بڑے ہی رازدارانہ لہجے میں بولے، یہ جو ساتھ میں عورت آئی تھی۔ اس کے میاں بھی عرب گئے ہوئے ہیں۔ اس لئے اس کی ہر طرح سے دیکھ بھال کی ذمہ داری انہوں نے سنبھال رکھی ہے۔ ابھی علاج کے بہانے گھر سے لے آئے ہیں اور کسی ہوٹل میں لے گئے ہوں گے۔ ایسے کیس تو میرے پاس روز آتے ہی ہیں۔ اب تو آپ سارا معاملہ سمجھ ہی گئے ہوں گے۔

ٹوٹے سپنے

اچانک امن کی نگاہ اس کے ہاتھوں پر پڑی۔ وہ کچھ سوچ میں پڑ گیا۔ فوراً تو اس نے ریشما سے کچھ نہیں کہا۔ لیکن دو چار دنوں بعد اس سے پوچھے بغیر رہ نہ سکا۔'' تمہارے ہاتھوں کی چوڑیاں کہاں گئیں؟ کہیں ماتم تو نہیں منا رہی ہو شوہر کے مرنے کا؟''

یہ سن کر ریشما نے ایک پل کے لئے اس کی طرف دیکھا اور بولی'' ہاں بات ہی کچھ ایسی ہے''۔

واہ کیا کہنے ہیں آپ کے، مگر یہ تو بتاؤ ریشما کہ اگر شوہر کی جگہ تمہاری موت ہو جاتی تو کیا وہ شخص سات سالوں تک ماتم کر رہا ہوتا؟ کیا اس نے اب تک اپنا گھر نہیں بسا لیا ہوتا؟''

'' سو تو ہے۔ مرد ایسا کہاں کرتے ہیں''۔ اس کی آواز میں تلخی ظاہر تھی۔

پھر تم ایسا کیوں کر رہی ہو؟ یہ اپنے آپ سے کیا دھوکا نہیں ہے؟ اپنے آپ پر ظلم نہیں ہے کیا؟ زمانہ تمہاری معصومیت کا ناجائز فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ تم نوکری کرتی ہو۔ اور ہو سکتا ہے کل کوئی کمینہ قسم کا افسر آ جائے تب تم کیا کرو گی؟ کیا نوکری چھوڑ دو گی؟ .... تمہاری امی زندہ ہیں اور انہیں اس بارے میں سوچنا تو چاہئے۔ اور اگر وہ شادی کی بات نہیں کرتیں تو اپنے حق میں تم خود بھی فیصلہ لے سکتی ہو۔ اتنا تو حق ہے تم کو۔ اور ریشما! میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ ہمارے مذہب میں بیوہ عورتوں کی شادی گناہ نہیں ہے۔ کیا تم نہیں جانتی کہ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ نے بھی بیوہ عورت سے شادی کی تھی۔ اس سچائی کو جاننے کے باوجود تمہارے آس پاس کے لوگ اگر دیواریں کھڑی کرتے ہیں تو سمجھ لو ان کی نیت ٹھیک نہیں ہے۔ یہ کہتے ہوئے امن کا چہرا غصے سے لال گیا تھا۔ ہونٹ سوکھ گئے تھے۔ اور ریشما ایک عجیب سی حسرت آنکھوں میں بسائے اسے گھورتی جا رہی تھی گھورتی جا رہی تھی...... گھورتی جا رہی تھی۔☆☆☆

ڈاکٹر وصی مکرانی واجدی

BadiBhanadsar.
P.O:Malangwa.DT:Sarlahi
Nepal.

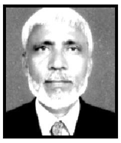

غزل

گردشِ وقت میں قسمت کے ستارے ہی رہے
ہو گئے غیروں کے جو اشک ہمارے ہی رہے
صرف سرکاریں بدل جانے سے حاصل کیا ہو
جو بھی تھے دستور وہ سارے پرانے ہی رہے
انقلاب آیا تو قانون نئے پھر سے بنے
ستا میں لوگ جو تھے ان کے گھرانے ہی رہے
بیس برسوں میں کئی سرکاریں تو آئیں لیکن
سب کے ہونٹوں پہ بہانے تھے بہانے ہی رہے
نئی سرکاریں چلاتی ہیں وطن کو لیکن
پھر بھی اپنے لیے باسی وہی کھانے ہی رہے
حوصلہ جن کا تھا موجوں کی روانی میں بھی
ہو گئے پار وہ اور ہم تو کنارے ہی رہے
کس لیے بدگماں لگتے ہو وصی جی ہم سے
''ہم تو پہلے بھی تمہارے تھے تمہارے ہی رہے''

ڈاکٹر جاوید حسین پالوجی شارب
A/303,CHS Ltd.YariRoad
Versova.Mumbai-400061

افسانچے

پیمانہ

سبھی بزرگ بوڑھے ہوتے ہیں.........

لیکن............

ہر بوڑھا بزرگ نہیں ہوتا.......

☆

اور خدا خاموش رہا

اس نے ہاتھ جوڑے گنگا روکی نہیں

سنگم میں اشنان کیا گنگا بولی نہیں

مجبوراً اسے ہی بولنا پڑا ،اے اللہ میں مودی سے محبت کرتا ہوں۔مسلمان ہوں، تیرا بندہ ہوں۔تو مودی کو وزیر اعظم بنا تا کہ میں بھی کچھ بن سکوں ''نمک حرام نہ کہلاؤں''۔

(مختار عباس نقوی کے کمبھ میلے میں حاضری پر ٹی وی نیوز سے متاثر ہوکر)

ماحول

باپ نے بیٹے سے کہا ! بیٹا اب گھر کیسے جا پائیں گے،موٹر سائیکل میں پیٹرول تو بالکل نہیں ہے۔

بیٹے نے کہا، تو کیا ہوا پاپا.......سوسائیٹی میں کھڑی دوسری گاڑیوں میں تو کافی مقدار میں ہوگا۔

خونی چاہت

شادی والی رات دونوں نے اپنی تمام مرادیں پوری کیں، ویسے شادی ماں باپ کی پسند اور مرضی سے ہوئی تھی۔

لڑکی کا ایک عاشق بھی تھا جو لڑکی کے ماں باپ کی پسند پر پورا نہ اتر سکا

صبح صبح دلہن کی چیخ و پکار پر جب لوگ دلہن کے کمرے میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ سوئچ بورڈ کے نیچے دلہے کی لاش پڑی ہے۔تحقیق کرنے پر پتہ چلا کہ لائٹ بند کرتے وقت شاک لگنے سے موت واقع ہوگئی..........

اور دلہن یہی سب سوچتے سوچتے بے ہوش ہوگئی کہ.............

اولاد

وہ بیٹے کی چاہت میں اپنی ہی کوکھ میں بیٹیوں کا قتل کرتی رہی۔ جتنا بھروسہ اسے سونوگرافی پر تھا شاید.......خدا پر بھی نہ تھا۔

آخر سونوگرافی نے اس کی امید اور بھروسے کو جلا بخشی۔ وہ بہت مسرور تھی اور گھر میں روز عید کا ماحول رہتا۔

لیکن آج جب اس نے بچے کو جنم دیا تو وہ صدمے سے بے ہوش ہوگئی کیونکہ..........پیدا ہونے والا بچہ نہ لڑکا نہ لڑکی.....بلکہ.............

چراغ تلے اندھیرا

وہ ایک کامیاب گائناکولوجسٹ تھی۔وہ عورتیں جو شادی کے سات آٹھ سال بھی بچوں سے محروم رہتیں روز اس کے سامنے لائن لگائے رہتیں۔اس کے علاج سے کچھ کی مرادیں پوری ہو جاتیں اور کچھ نامراد رہتیں۔

اس کی شہرت چاروں طرف تھی۔ دور دور تک اس کے نام کا ڈنکا بجتا تھا۔بانجھ عورتیں جوق در جوق اس کے دروازے پر حاضری دیتیں۔اس کا احترام اس کی عزت کرتیں۔لیکن جب وہ تھکی ہاری گھر پہنچتی تو یہی الفاظ اس کا استقبال کرتے۔''آ گئی لوگوں کو بچہ دان کرنے والی۔ارے کبھی اپنی کوکھ پر بھی نظر کر۔اور وہ سوچتی شاید یہی قدرت ہے۔ندی سب کو پانی پلاتی ہے مگر خود پیاسی ہی رہ جاتی ہے۔

نیت کا پھل

وہ بڑا شاطر تھا۔لوگوں کو انگلی پر نچانا خوب جانتا تھا۔انسان کی اس کے سامنے نہ کوئی وقعت تھی نہ وقار۔وقعت تھی تو پیسوں کی۔دوسروں کی جیب سے پیسے نکالنا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔وہ دوستوں سے قرض لیتا مگر واپس کرنے میں بڑے بہانے بنایا کرتا تھا۔

کہتے ہیں اللہ نیتوں کو دیکھتا ہے۔اس کے یہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔

آج بھی وہ اسی کیش کاؤنٹر پر بیٹھتا ہے لیکن فرق صرف یہی ہے کہ کل اسے پورا اسٹاف سر کہہ کر بلاتا تھا اور آج سبھی اسے منیجر صاحب کہتے ہیں۔

☆☆☆

بشیر احمد بشیر
NishatManzil.WardNo-13
NearBusStand.Akhyarabad
Kishtward-182204(J&K)

دہر کے آلام و غم میں بے قراری ہی سہی
کچھ تو دیتا ہے مقدر اشک باری ہی سہی
زندگی کے غم سے اکثر چھوٹ تو جائیں گے سب
اپنے اپنے وقت پر اور باری باری ہی سہی
ہم نے کوشش کی تو تھی ہم پر ہو سب کو اعتبار
یہ نہیں ممکن چلو بے اعتباری ہی سہی
چیختی چلاتی ہے اک قوم سنتا کون ہے
گر نہ یوں کوئی سنے تو سنگ باری ہی سہی
ہم کسی کی بدنصیبی کو بدل سکتے نہیں
گر نہ ہم یہ کر سکیں تو غم گساری ہی سہی
خاک میں ہر شے ہمیشہ مل ہی جاتی ہے بشیر
پھر کسی قارون کی وہ مل داری ہی سہی

ڈاکٹر سید مجیب الرحمٰن بزمی
RahmatColony.Doranda
Ranchi-834002

اس کے نین غزالی لکھ
سر و قد مثالی لکھ
سوکھے شجر کی بات نہیں
زخموں کی ہریالی لکھ
چھوڑ گھٹا کی باتیں تو
زلف ہے کتنی کالی لکھ
شہرِ طرب کے قصے کیوں
اپنی خستہ حالی لکھ
حرص و ہوس سے بچنے کو
کون سی راہ نکالی لکھ
صحنِ چمن کا ذکر بھی کر
پھول سے گلشن خالی لکھ
ظلم کی جو تکذیب کرے
بزمی اس کو مثالی لکھ

صابر کاغذنگری
H.No-1-35/B,NearOldRailway
Gate.SanjevaiahColony
Sirpur.Kagaznagar-504296(T.S)

یہ گردشوں کے ترانے بدلتے رہتے ہیں
ستم ظریف زمانے بدلتے رہتے ہیں
بساطِ زیست کی شطرنج جب پلٹتی ہے
تو اس کے مہرے بھی خانے بدلتے رہتے ہیں
شجر کے بخت میں ہجرت کہاں میسر ہے
پرندے اپنے ٹھکانے بدلتے رہتے ہیں
ہیں جن کے ہاتھ میں تیر و کماں زمانے کی
کہاں وہ اپنے نشانے بدلتے رہتے ہیں
بدلتے رہتے ہیں موسم تو پیڑ پودے بھی
لباس اپنے پرانے بدلتے رہتے ہیں
نویدِ صبح کی سوغات دیکھ کر صابر
سکوتِ شب کے فسانے بدلتے رہتے ہیں

ارشد مینانگری
51,Mominpura.SurveyNo-19
Malegaon.Nasik(M.S)

دوسروں کے ارادوں میں ڈھلتا نہیں
دل ہمارے اشاروں پہ چلتا نہیں
برق رفتار سے بھاگو دوڑو مگر
دل سے آگے کوئی بھی نکلتا نہیں
دل کی فطرت کا احساس خود دار ہے
دل کسی گود میں جاکے پلتا نہیں
لاکھ سازش رچو لاکھ کوشش کرو
دل کہ اپنا رویہ بدلتا نہیں
شعلہ باری کرو یا کہ برساؤ بم
دل بڑا سخت ہے دل پگھلتا نہیں
وقت ارشد کبھی ایسا آیا نہ تھا
دل کسی طور بھی کیوں بہلتا نہیں

ڈاکٹر مسعود جعفری
PlotNo-80/29/12/14,
SatyaColony.Shaikhpet.
Hyderabad-500008

تنہائی آج پھر سے مرے ساتھ ہوگئی
پیانہ و سبو سے ملاقات ہوگئی
کب تک جلو گے چاند ستاروں کے ساتھ ساتھ
سو جایئے جناب بہت رات ہوگئی
ہم شہرِ جاں کے لوگ ترستے ہی رہ گئے
بادل اڑا تو دشت میں برسات ہوگئی
مدت کے بعد اس کا دکھائی دیا جو عکس
آنکھوں سے آج ٹوٹ کے برسات ہوگئی
اس شاعری کا اپنا سفر تھا عجیب سا
ہم بانٹتے چلے گئے خیرات ہوگئی
مسعود تم سے پھر کبھی باتیں کریں گے ہم
بدلی میں چاند چھپ گیا اب رات ہوگئی

عبدالحئی پیام انصاری
At/P.O:PaprauliBazar
Via:Khajni.Dt:Gorakhpur-273212
(U.P)Mob-9453814135

باغ میں آنا ترا اچھا لگا
خوش نما ہر پھول ہر پتہ لگا
تم مجھے پہلی نظر میں بھا گئے
سچ بتانا میں تمھیں کیسا لگا؟
پیاس میں اس کی ہوس کی آگ تھی
یہ سمندر بھی اسے قطرہ لگا
میٹھا پھل تو اس نے چکھا بھی نہیں
اس نے وہ پھل کھایا جو کھٹا لگا
بات اس کی کیوں بری سب کو لگی
مجھ کو تو وہ آدمی سچا لگا
کاٹتا ہے اچھے اچھوں کے وہ کان
دیکھنے میں سب کو جو بچہ لگا
کہنے کو اک ادنیٰ شاعر ہے پیام
شعر سب تازہ ہوا جیسا لگا

مجیب اللہ خاں پرواز

PlotNo-9,IndiraprasthaColony
Phase-1,Pokhriput
Bhubaneswar-751020(Odisha)

چمن میں آج بہاروں کی رات آئی ہے
بہت حسین نظاروں کی رات آئی ہے
ہنسی خوشی کا ہے ماحول شام سے ہر سو
یہ مستیوں کے شرارے کی رات آئی ہے
ہے آسمان بہت صاف دور دور تلک
یہ جھلملاتے ستاروں کی رات آئی ہے
تڑپ رہے تھے بہت گرمی کے دنوں میں لوگ
ہے سردی اب کہ قراروں کی رات آئی ہے
ہر ایک چیز ہے قدرت کی ان دنوں دلکش
طرح طرح کے نظاروں کی رات آئی ہے
صبح سویرے ہے دھند ہوگی کل پرواز
خبر یہ کرنے اشاروں کی رات آئی ہے

شمس الحق شمس (ایڈوکیٹ)

At Deopur.P.O:Biribati
Dist:Cuttack-754100(Odisha)

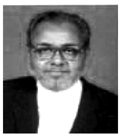

دور غیبت سے ہم اس طرح رہا کرتے ہیں
جس طرح پھول کو کانٹوں سے جدا کرتے ہیں
شمع جلتی ہے شبستاں میں اجالا کرنے
عشق کے نام پہ پروانے جلا کرتے ہیں
ہیں وفا کیش محبت ہے عبادت اپنی
بے وفاؤں سے بھی اظہارِ وفا کرتے ہیں
بدگمانی کا اندھیرا نہیں ہونے دیتے
اپنے ایماں کے دیے دل میں جلا کرتے ہیں
سرخرو ہوتے ہیں وہ شمس زمانے میں ضرور
سیدھے رستے پہ یہاں جو بھی چلا کرتے ہیں

ارشد قمر

LalkothaRoad.MuslimNagar
DaltonGanj.Dt:Palamu-822101
Jharkhand

اپنے جذبات کا اظہار کا دیکھو تو سہی
کیا سلیقہ ہے مرے یار کا دیکھو تو سہی
کیسی رونق رہا کرتی تھی کبھی محفل میں
رنگ کافور ہے دربار کا دیکھو تو سہی
بے کسی میں بھی بڑا حوصلہ رکھتے ہیں ابھی
عزم ایسا مرے افکار کا دیکھو تو سہی
ہر طرف شور پرندوں کا سنائی دے گا
آیا موسم گل و گلزار کا دیکھو تو سہی
آدمی اوڑھ کے چلتا ہے انا کی چادر
یہ طریقہ نئے ادوار کا دیکھو تو سہی
ناؤ دریا کے حوالے نہ کرو تم ارشد
زور پہلے ذرا منجدھار کا دیکھو تو سہی

اجمل محسن (اڈوکیٹ)

H.No:1-9-1053(FarhathMahal)
PostalColony.Subedari.Hanamkonda
Dist:Warangal-506001(T.S)

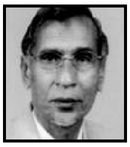

بستیاں توڑ کے حیران کیا جاتا ہے
کیوں گلستان کو ویران کیا جاتا ہے
خونِ دل دے کے جسے سبز کیا ہے ہم نے
خون سے سرخ وہ میدان کیا جاتا ہے
بے سبب قتل کسی شخص کو کرکے یارو
خوں بہا دینے کا احسان کیا جاتا ہے
آبرو جن سے ہے جن سے ہے وطن کی عزت
خواہ مخواہ ان کو پریشان کیا جاتا ہے
کاش ہم نے بھی کیا ہوتا وطن کا سودا
آج ایسوں ہی کا سمّان کیا جاتا ہے
ہم تو محسن ہیں زمانے کے وطن تو اپنا
کس لیے پھر ہمیں حیران کیا جاتا ہے

سبطین پروانہ

Dilalpur.P/O:Salmari
Katihar-311558(Bihar)

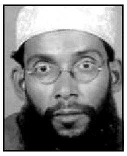

چھایا جنون ایسا کہ وارفتگی ہے آج
ہر طور زندگی میں مری بے خودی ہے آج
جس سے رہِ حیات کی تاریکیاں مٹیں
حاصل قلوب کو کہاں وہ روشنی ہے آج
کل تک تو اہلِ علم سے رشتہ تھا استوار
کیوں ان سے اس طرح کی عجب دشمنی ہے آج
کٹتی ہے اب سلیقے سے اپنی یہ جیب بھی
ہر سمت زندگی میں مری رہزنی ہے آج
ہر کوئی سنگ دل ہے محبت سے دور ہے
آسان کام تو نہیں یہ دل لگی ہے آج
ان رہبروں نے کام کچھ ایسے غلط کیے
پروانہ شک کے دائرے میں رہبری ہے آج

سراج زیبائی

1stFloor.AnandraoBadavane
Shivamgga-577205(Karnatak)

مرے لہو کے لیے اک جہاں پکارے گا
زمیں پکارے گی یہ آسماں پکارے گا
قدم قدم پہ جلا دوں گا میں لہو کا چراغ
اندھیری رات میں جب کارواں پکارے گا
اسے یقین کی آبِ حیات سے بھر دو
وگرنہ وہم کا خالی کنواں پکارے گا
پلے تھے پھول بہاروں کی گود میں لیکن
کسے خبر تھی کہ دورِ خزاں پکارے گا
مرے لہو کو ستاروں کی مانگ میں بھر دو
شفق کے رنگ کو جب آسماں پکارے گا
اسی یقین پہ گزری تمام عمر سراج
کبھی تو مجھ کو مرا مہرباں پکارے گا

پھول محمد نعمت رضوی

C\o:AmjadiKitabGhar.NearHigh
School.At/P.O:Sonbarsa
Sitamarhi-843330(Bihar)

اٹھ گئی دیوارِ دل میں کچھ گماں آنے کے بعد
صاف دل ہو جائے گا اشکوں کو ٹپکانے کے بعد
کرلو جو بھی کرنا چاہو آخرت کے واسطے
کچھ بھی کرسکتے نہیں تم دم نکل جانے کے بعد
آپ کے دیدار کی حسرت لیے جاتا ہوں میں
آپ آئے ہیں جنازہ میرا اٹھ جانے کے بعد
اس سے پہلے عید کے دن بھی خوشی ملتی نہیں
عید ہوتی ہے مری بس آپ کے آنے کے بعد
اچھے خاصے تھے مگر مجنوں نظر آنے لگے
دیکھ لو انجام اپنا عشق فرمانے کے بعد
کہہ چکا نعمت میں اپنے دل کی بربادی کا حال
اور کیا افسانہ ہوگا میرے افسانے کے بعد

بے نام گیلانی

NaiSarai.BiharShareef
Nalanda(Bihar)

اک سراپا حسن پتھر ہو گیا
آج پھر رسوا وہ آزر ہو گیا
آگیا ہے نور افشاں ہوکے وہ
زخمِ دل میرا منور ہو گیا
مجھ کو بھی صحرا نوردی مل گئی
میں بھی مجنوں کے برابر ہو گیا
خار و گل میں فرق آتا ہے مجھے
میں بھی فطرت کا شناور ہو گیا
ہے اسے تسلیم میری دوستی
اک جہانِ دل مسخر ہو گیا
ہوگیا آغاز دشواری معاً
پاؤں چادر سے جو باہر ہو گیا
بہہ گئے ارمان سارے یک بہ یک
"اشکِ غم گویا سمندر ہو گیا"

ارشد دیوان

BarhampurJaley.Darbhanga

ہاں بدلنا تو اب تیری فطرت میں ہے
جانتا ہوں یہ دل میرا غفلت میں ہے
مسکرانے لگا جس کے میں نام پر
وہ تو مہمان دل کا حقیقت میں ہے
تجھ کو دل میں مکیں کرکے اے جانِ من
زندگی آج اپنی مصیبت میں ہے
ہوگیا ہوں سخنور یہاں جب سے میں
محفلِ شاعری آج حیرت میں ہے
بے ادب جس کو کل تک سمجھتا رہا
آج کل وہ لباسِ شرافت میں ہے
اک وبا کا اثر ایسا ارشد ہوا
آج ہر شخص دنیا کا دہشت میں ہے

غلام سرور ہاشمی

BusdilaTolaMurgiyan
Gopalganj-841428(Bihar)

سوچتا ہوں خیال کیا رکھوں
بات میں بے مثال کیا رکھوں
جو ہے قسمت میں مل ہی جائے گا
اپنے دل میں ملال کیا رکھوں
درد ظاہر ہے اپنے چہرے سے
دل کا پوشیدہ حال کیا رکھوں
سب کے دل میں ہے آج کل نفرت
پیار کی میں مثال کیا رکھوں
اشک آنکھوں میں آگئے سرور
اپنے دل کو سنبھال کیا رکھوں

محمد ممتاز شعور

Qtr.No-E/2. P.W.D Colony
BrooksHills.Sambalpur-768001

تیرا خیال پھر دلِ مضطر میں آگیا
کیسا جنون آج مرے سر میں آگیا
پیتا کیا منہ سے آنکھوں ہی آنکھوں سے پی لیا
جلوہ جمالِ ناز کا ساغر میں آگیا
گل چیں نے توڑے گل سبھی فصلِ بہار میں
بلبل چہک کے شاخِ صنوبر میں آگیا
آداب و خلق سے تھا سراسر وہ بے نیاز
"دستک دیے بغیر مرے گھر میں آگیا"
فضلِ خدا سے ایسا ہوا کرتا ہے کبھی
رحم و کرم کا جذبہ ستم گر میں آگیا
لطف و کرم سے رب کے ہوں دل شاد میں شعور
راضی ہوں جو بھی میرے مقدر میں آگیا

شبیر ساجد

SheenManzil.GaliNo-2
NearHusainyMasjid.At/P.O:Khandwa
Dist:Namad-450001(M.P)

تماشا یہی جا بہ جا ہو رہا ہے
جسے دیکھئے وہ خدا ہو رہا ہے
مصائب مرا امتحاں لے رہے ہیں
مجھے زیست کا تجربہ ہو رہا ہے
ہنسی آئی تھی مجھ کو حالت پہ اپنی
کوئی بے سبب ہی خفا ہو رہا ہے
ادھر حال کیا ہے یہاں تو عزیزو
تصور سے بھی ماورا ہو رہا ہے
اٹھے ہاتھ کیا میرے تائیدِ حق میں
جسے دیکھو اس کو گلہ ہو رہا ہے
ملے حوصلوں کی اسے داد ساجد
ہواؤں میں روشن دیا ہو رہا ہے

اجے عالم
NearOldPowerHouse(Sukhwa Godam).P.O:KaliMandirRaoad
Dist:Jharsuguda-768202(Odisha)

اگر زمیں کا کوئی پاسباں نہیں ہوتا
تو میرے سر پہ کبھی آسماں نہیں ہوتا
شرر میں، برق میں، شمس و قمر میں، پھولوں میں
وہ جلوہ گر تو ہے لیکن عیاں نہیں ہوتا
جو اپنی تلخ بیانی پہ نازاں رہتا ہے
پھر اس کی باتوں میں حسنِ بیاں نہیں ہوتا
میں مان لیتا اگر اس کی جھوٹی باتوں کو
مرا رفیق کبھی بد گماں نہیں ہوتا
جو اپنا نقشِ وفا چھوڑتے نہ دنیا میں
تو باقی ان کا یہ نام و نشاں نہیں ہوتا
تلاش کرتے ہو محلوں میں کیوں یہ عالم کو
کسی غریب کا پختہ مکاں نہیں ہوتا

محمد تمیم باسم صدیقی
QaziMohalla.P.O:Padhanpara
Dist:Bhadrak-956114(Odisha)

صرف آہیں بھرنے کو عاشقی نہیں کہتے
ہم بھی دل لگانے کو دل لگی نہیں کہتے
اس جہاں میں آئے ہیں حق کی بندگی کرنے
صرف زندہ رہنے کو زندگی نہیں کہتے
روشنی بصیرت کی دے سکے نہ جو ہم کو
ایسی شاعری کو ہم شاعری نہیں کہتے
جو مٹا نہیں سکتی جہل کے اندھیرے کو
ایسی روشنی کو ہم روشنی نہیں کہتے
رکھ کے ہاتھ پاؤں جو کام کچھ نہیں کرتا
ایسی کاہلی کو ہم بے بسی نہیں کہتے
جو دکھاوا کرتا ہے سادگی کا اے باسم
اس کی سادگی کو ہم سادگی نہیں کہتے

عارف محمد عارفؔ
At:BadaShankarpur.Qureshi Mohalla.Post:Bhadrak-756100

کٹ جائے رنج و غم کا زمانہ خوشی کے ساتھ
کیجے مجھے قبول مری ہر کمی کے ساتھ
آتا نہ ہو سمجھ میں اگر پیار کا یہ کھیل
مت کھیلئے کسی کی کبھی زندگی کے ساتھ
اب تو ذرا خدا کے لیے بس بھی کیجئے
کتنا کروگے ظلم تم اک آدمی کے ساتھ
خواہش کے پیچھے بھاگ رہے ہو جو اس طرح
مرنا ہے کیا جناب کو اس باؤلی کے ساتھ
بھولے بنے رہوگے اگر تم اسی طرح
جینے نہ دیں گے لوگ تمھیں سادگی کے ساتھ
مسکان ہے لبوں پہ تو آنسو نگاہوں میں
عارف ملا ہوا ہے ترا غم خوشی کے ساتھ

شاہنواز انصاری
MohallaMotwana.MachhliShaher
Jaunpur(U.)

شورِ آہ و بکا ہے جدھر دیکھئے
اک قیامت بپا ہے جدھر دیکھئے
کون آگے بڑھے ان کی امداد کو
بے کسوں کی صدا ہے جدھر دیکھئے
حق بیانی بھی اس دور میں جرم ہے
قتل سچائی کا ہے جدھر دیکھئے
خون مظلوم کا لائے گا انقلاب
ظلم کی انتہا ہے جدھر دیکھئے
یوں تو پہلے ہی کشتی تھی گرداب میں
اس پہ طوفاں اٹھا ہے جدھر دیکھئے
کس کو میں اپنا سمجھوں یہاں شہنواز
اک یہی المیہ ہے جدھر دیکھئے

جبیں نازاں
2ndFloor.J-3.GaliNo-12
NearAbdullaMasjid.RajeshPark
LaxmiNagar.NewDelhi-110092

نہ کر غم لوگ نفرت کے شرارے بانٹ لیتے ہیں
ابھی لوگ الفت کے منارے بانٹ لیتے ہیں
بچھڑتے ہی ہماری زندگی تاریک تر نہ ہو
چلو یادوں کے ہم جگنو ستارے بانٹ لیتے ہیں
کہا تھا اس نے میں دیکھوں چمن تم دیکھو ویرانہ
برابر ہم یہ قدرت کے نظارے بانٹ لیتے ہیں
سنا ہے ہر ملن کے بعد ہوتی ہے جدائی بھی
امیدوں کے بھی ہم سارے اشارے بانٹ لیتے ہیں
جو آتے ہیں یہاں پر فاتحہ خوانی کی نیت سے
سبھی مرحوم کے حق میں سپارے بانٹ لیتے ہیں
کہاں مجھ سے چھپا رکھا ہے تم نے درد دل اپنا
قسم سے ڈھونڈ کر سب غم تمہارے بانٹ لیتے ہیں

محمد فرقان فیضی
Sarlahi.Nepal

دنیا کی الجھنوں سے نکلنے کے بعد بھی
دل غم زدہ ہے اس سے بچھڑنے کے بعد بھی
وہ شخص آج بھی ہے وفاؤں کا دعویدار
عہدِ وفا سے اپنے مکرنے کے بعد بھی
اس سے ملن کی آرزو پوری نہ ہو سکی
مجھ کو ہر ایک حد سے گزرنے کے بعد بھی
منزل کی جستجو میں ہوں مصروف آج تک
میں اس کے نقشِ پا سے بھٹکنے کے بعد بھی
فیضی ہمیشہ ٹھوکریں لگتی رہیں ہمیں
گرتے رہے ہیں ہم تو سنبھلنے کے بعد بھی

کتابوں کے شہر میں

(تبصرے کے لئے دو کاپیوں کا آنا ضروری ہے)

اگر اپنی کتابوں کا اشتہار بھی دیں تو تبصرہ ترجیحی بنیاد پر جلد شائع کیا جائے گا۔ایک صفحے کے اشتہار کی شرح ایک ہزار روپے ہے۔تبصرے کے لئے کافی کتابیں جمع ہو چکی ہیں۔ان پر تبصرہ ترتیب وار شائع ہوتا رہے گا۔(ادارہ)

کتاب کا نام۔فکرِ نو (شعری مجموعہ)

شاعر۔اظہر رسول مبصر۔سعید رحمانی

شعری منظر نامے میں اظہر رسول ایک جواں فکر اور تازہ کار شاعر کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔اردو میں ایم اے کرنے کے بعد انہوں نے ملازمت کی بجائے نجی کاروبار کو ترجیح دی۔اپنا ایک ٹیلرنگ شاپ چلا رہے ہیں۔اس خشک پیشے سے منسلک ہونے کے باوجود انہوں نے شاعری کا رچا بسا ذوق پایا ہے طالب علمی کے زمانے سے شعر کہنے لگے تھے۔بیتاب کیفی،شوکت صبا کیفی اور قسیم سہسرامی جیسے اساتذۂ فن کی رہبری میں ان کی شاعری ارتقائی منزلیں طے کرنے لگی اب تک جو شعری سرمایہ جمع ہو چکا تھا اسے یکجا کر کے اپنا اولین مجموعہ ''فکرِ نو'' لے کر ہمارے سامنے آئے ہیں۔حسب روایت اس کی ابتدا حمد،نعت اور منقبت سے ہوئی ہے۔اس کے بعد غزلیں اور قطعات ہیں۔حمد و نعت اور منقبت سے جذبۂ عبودیت،عشقِ رسولؐ اور بزرگانِ دین سے گہری محبت و عقیدت کے مطہرہ جذبات مترشح ہیں جب کہ غزلیہ شاعری ان کے تجربات و مشاہدات کی آئینہ دار ہے۔ان کی غزلوں میں ذات سے کائنات تک کے سفر کی مختلف جہات روشن اور مرتعش نظر آتی ہیں۔اس کے علاوہ فکری اخلاص،حقیقت نگاری،جدید حسیت اور سماجی شعور کی عکاسی بھی ہوتی ہے

سلاست زبان و بیان کے ساتھ یہ غزلیں جہاں ہم عصر زندگی کی ناہمواریوں پر نشتر زنی کرتی ہیں۔وہیں ایک صالح معاشرے کی تشکیل کی تحریک بھی دیتی ہیں۔اس ضمن میں چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

لوگ کیوں حسن و محبت کے حسیں آنگن میں
نفرت و بغض کی دیوار اٹھا دیتے ہیں

ہر ایک سمت یہاں قتل و خون کا منظر
نہ جانے گزرے گا کب انتشار کا موسم

یہ کربلا کی زمیں ہے کہ ہند کی اظہر
جہاں ہے چاروں طرف کارزار کا موسم

وہ اپنے سینے میں ملی درد بھی رکھتے ہیں اور کہتے ہیں۔

ہماری آپسی رنجش کا ہی نتیجہ ہے
کہ اب رہا نہ حسیں اقتدار کا موسم

شاعر کو اس بات کا دکھ ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے ساتھ امتیازی سلوک برتا جاتا ہے۔جبکہ مسلمانوں نے جنگِ آزادی میں اپنے جان و مال کی قربانیاں دی تھیں۔اسی لئے وہ کہتے ہیں۔

ہمارے گھر کو تعصب سے دیکھنے والو
مہک وفا کی ملے گی اسی گھرانے سے

زمیں وطن کی پکارے گی جب کبھی ہم کو
تو پیچھے ہٹ نہیں سکتے ہیں سر کٹانے سے

یہ کہنے میں باک نہیں کہ اظہر رسول کی شاعری کے تیور ان کے روشن مستقبل کی ضمانت ہیں۔اور یہ کہ ان کی شاعری میں امکانات کے در وا نظر آتے ہیں۔ان کے اس شعر پر اپنی بات ختم کرنا چاہوں گا۔

میں اتنا اچھا شاعر تو نہیں ہوں
غزل کا پھر بھی چرچا ہو رہا ہے

امید ہے کہ ان کی یہ اولین کاوش ادبی حلقوں میں پذیرائی کا موجب ہوگی۔۱۴۴ صفحات کو محیط اس کتاب کی قیمت ۲۵۰ روپے ہے اور شاعر کا پتہ ہے۔اظہر رسول۔دکن محلّہ۔صبا ہاؤس۔پیرو۔بھوجپور۔آرہ ۸۰۲۲۰۷ (بہار)

کتاب کا نام۔خیمے کی طرف (شعری مجموعہ)

شاعر۔علیم الدین علیم مبصر۔سعید رحمانی

شعر و ادب،نقد و تحقیق،فکشن اور صحافت کے باب میں مغربی بنگال کے قلم کاروں نے اپنی تخلیقی بصیرت کے جو عمدہ نقوش مرتسم کئے ہیں اس تناظر میں مغربی بنگال بھی بلاشبہ ایک دبستان کی حیثیت رکھتا ہے۔ان قلم کاروں میں سے چند کے نام ہیں ابوالمحفوظ الکریم معصومی،علقمہ شبلی،اعزاز افضل،احمد کمال حشمی،انیس رفیع،نصر اللہ نصر،انجم عظیم آبادی،حبیب ہاشمی،رئیس احمد جعفری،زرینہ زریں،ضمیر یوسف،عاصم شہنواز شبلی۔ف۔س۔اعجاز،ڈاکٹر معصوم شرقی وغیرہ۔انہیں میں سے ایک اہم نام علیم الدین علیم کا بھی ہے جو شعری منظر نامہ میں اپنی منفرد شناخت رکھتے ہیں۔ان کا شعری سفر گزشتہ چار دہائیوں سے جاری ہے اس دوران ان کے دو مجموعے شائع ہو کر پذیرائی حاصل کر چکے ہیں۔غزلوں پر مشتمل پہلا مجموعہ ''ہوا کی یورش'' ۲۰۰۲ء میں شائع ہوا تھا جبکہ ماہیوں پر مشتمل دوسرا مجموعہ ''پھول ہتھیلی پر'' ۲۰۱۱ء میں منظرِ عام پر آیا تھا۔اب وہ اپنا تیسرا مجموعہ ''خیمے کی طرف'' لے کر

ہمارے سامنے آئے ہیں۔ایک نعتیہ مجموعہ ابھی زیرِ ترتیب ہے اور جلد ہی منظرِ عام پر آنے والا ہے

زیرِ نظر مجموعہ میں غزلوں کے علاوہ چند غزل نما، منظومات اور دوہے بھی شامل ہیں۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ علیم صاحب کو مختلف اصنافِ سخن پر دسترس حاصل ہے۔تاہم غزل ان کی پسندیدہ صنفِ سخن ہے۔مجموعے میں شامل غزلوں کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اپنی حسیاتی چشم وا رکھتے ہیں اور اپنے گردو پیش وقوع پذیر حالات وسانحات کو شعری پیکر عطا کر کے اپنی عصری حسیت کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔اس ضمن میں ان کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

رنگ کوئی اسے جچے گا نہیں۔چڑھ گیا جس پہ اقتدار کا رنگ
اپنا ارمان وہ نکالے گا۔پھر فضا کو لہو لہو کر کے
قتل، ڈاکہ، فساد، شعلہ زنی۔یہ سماں شہر میں کہاں نہ ہوا
آگ نفرت کی پل میں بھڑکتی نہیں۔ڈال کر تیل اس میں ہوا دی گئی

یہ اشعار سیاسی رہنماؤں کی شعبدہ بازی اور فرقہ پرستوں کے کرتوت کی واضح مثالیں ہیں۔اپنے عہد کی صداقتوں کو پیش کرنے کے علاوہ وہ اپنی انفرادی قوت دید اور داخلی تجربات ومشاہدات کے نقوش کو قاری کے ذہن پر مرتسم کر جاتے ہیں۔اس حوالے سے یہ اشعار پیش ہیں۔

ہر ایک سمت اندھیروں کا بول بالا ہے۔جہاں میں اب کوئی روشن ضمیر ہے کہ نہیں
ہم نے دیکھے ہیں رنگ رشتوں کے۔اب کہاں کوئی اعتبار کا رنگ
اغیار ہوں یا اپنے ہمرے دل کی زمیں پر۔زخموں کے نئے پھول کھلانے میں لگے ہیں
آنکھوں میں پھرنے لگتے ہیں ماضی کے روز وشب
سنتا ہوں جب کسی سے میں دو بول پیار کے

یہ اشعار جہاں شاعر کے تجربات ومشاہدات کے آئینہ دار ہیں وہیں صالح قدروں کی پامالی سے بھی روبرو کراتے ہیں۔اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان کی شاعری کا کینوس بے حد وسیع ہے جس میں انفس وآفاق کے سبھی پہلو عکس ریز ہیں۔

ہر انسان میں احساسِ جمال کا ہونا فطری بات ہے۔اور اگر وہ شاعر ہے تو اس میں یہ احساس اور بھی شدت سے پایا جاتا ہے۔جس کے اظہار کے لیے شاعری کو وہ اپنا وسیلہ بناتا ہے۔علیم الدین علیم کے یہاں بھی ایسے بہت سارے اشعار مل جاتے ہیں جن میں ان کا احساس جمال مترشح ہے۔چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

آج بھی آنکھوں کے آنگن میں۔اک اسی کا چہرا کیوں ہے
تا حیات رکھوں گا میں لگا کے سینے سے۔تیرے پیار کی خوشبو ہے تری نشانی میں
سب کی آنکھوں میں سرخرو ہوں میں۔پڑ گیا ہے نگاہِ یار کا رنگ

بقول علقمہ شبلی ”علیم الدین علیم ایک منکسر المزاج، وضع دار انسان اور سنجیدہ شاعر ہیں۔اردو شاعری کی روایت ان کی نگاہوں میں ہے اور اس کے مثبت اثرات بھی ان کی شاعری میں دیکھے جا سکتے ہیں“۔

آخر میں اتنا کہنا چاہوں گا کہ ان کی غزلوں میں روایتی اسلوب، فکری طہارت، صداقتِ بیان، جرأتِ اظہار، حقیقت نگاری، جدید حسیت، سماجی شعور اور مذہب وعقیدے سے وابستگی کی ایک ایسی فضا ہموار ہوئی ہے جس سے ان کی غزل گوئی کے امکانات روشن نظر آتے ہیں۔اس مجلد کتاب کی قیمت ہے دوسو روپے۔

پتہ ہے۔علیم الدین علیم۔پی ۶۹۔مدیالی روڈ۔پوسٹ: گارڈن ریچ
کولکاتا۔700024(مغربی بنگال)

کتاب کا نام۔سہمتی سلگتی تعبیریں (افسانوی مجموعہ)
افسانہ نگار۔ڈاکٹر جاوید حسین پالوجی شارب مبصر۔سعید رحمانی

اردو افسانوں کے بانی پریم چند مانے جاتے ہیں۔ان کے افسانے اکثر دیہی زندگی کے پس منظر میں لکھے گئے ہیں۔اس کے بعد افسانہ ارتقائی منزلیں طے کرتے ہوئے آج اپنا مقام بنا چکا ہے۔اکثر افسانے مشاہدات وتجربات پر مبنی ہوتے ہیں۔ان میں روزمرہ کی زندگی کا عکس دیکھا جا سکتا ہے۔ساتھ ہی یہ افسانے اصلاحی، اخلاقی، معاشرتی اور نفسیاتی پہلوؤں کی عکاسی بھی کرتے ہیں۔افسانے کے لئے ضروری ہے کہ مکالمہ چست ودرست ہو۔اس کے علاوہ افسانے کی ابتدا اور کلائمکس واختتام بھی ایسا ہو کہ قاری کی دلچسپی آخر تک برقرار رہے۔اور وہ آخر تک پڑھنے کے لیے مجبور ہو جائے۔افسانہ طربیہ بھی ہو سکتا ہے اور المیہ بھی۔

محولہ بالا عبارات کی روشنی میں جب ہم زیرِ نظر مجموعہ میں شامل افسانوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو اعتراف کرنا پڑے گا کہ ڈاکٹر جاوید حسین پالوجی شارب کے افسانے فکشن کی کسوٹی پر کھرے اترتے ہیں۔آگے بڑھنے سے پہلے یہ بتا دوں کہ ڈاکٹر شارب شعر وادب کے ساتھ ساتھ افسانے اور افسانچے بھی لکھتے ہیں۔ایک شعری مجموعہ ”صحرا میں پھول“ اور افسانچوں کا ایک مجموعہ ”بے ساختہ“ منظرِ عام پر آ کر اہلِ ادب سے خراج حاصل کر چکے ہیں۔اس مجموعے میں کل پچیس افسانے ہیں۔افسانہ نگار نے اردو کہانیوں کی روحانیت اور افسانویت کو برقرار رکھتے ہوئے موجودہ انسانی سماج کے مسائل کو بڑی ہنرمندی سے پیش کیا ہے۔یہ افسانے آج کے انسان اور معاشرے کی خوبیوں، خامیوں اور لغزشوں کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ وہ ہمارے سامنے مجسم نظر آتے ہیں یا پھر خود پر گزرا ہوا محسوس کرتے ہیں۔ان کا ایک افسانہ بعنوان ”ادھورا افسانہ“ فرقہ وارانہ پس منظر میں لکھا گیا ہے۔فساد کے دوران جب بازار اور دکانیں بند تھیں اور ہر طرف سناٹا طاری تھا ایسے میں ایک ہندو خاندان کے فرد پر دل کا دورہ پڑتا ہے۔رشتے دار جب ہسپتال میں اسے بھرتی کروانے لے گئے تو ہسپتال کا دروازہ روکے چند نوجوان کھڑے نظر آئے۔مریض کو ہسپتال میں داخل کرانا مشکل نظر آیا۔تبھی ایک مسلمان بزرگ نے ان

لوگوں کو اپنی رہنمائی میں لے جا کر ہسپتال میں یہ کہتے ہوئے کہ ''ہمارا مذہب مار دھاڑ نہیں سکھاتا انسانیت اور ہمدردی سکھاتا ہے'' داخل کروادیا۔اس واقعہ کے بعد حالات معمول پر آ گئے ۔ایک دوسرا افسانہ ''مسیحا'' ہے جس کے مرکزی کردار صداقت حسین نے ہمیشہ ہندو اور مسلمانوں کے درمیان ہم آہنگی ، بھائی چارہ اور محبت پیدا کرنے کی کوشش کی ۔مسلمانوں کے لئے قبرستان اور ہندوؤں کے لئے شمشان کی زمین حکومت سے الاٹ کروائی۔لوگ اسے اپنا مسیحا سمجھنے لگے تھے۔

ایک بار شہر کے ایک گنجان علاقہ میں واقع میدان پر ایک بارسوخ بلڈر نے قبضہ کرنا چاہا۔تو صداقت حسین اسے روکنے کے لئے ایک چٹان کی طرح ڈٹ گیا۔مگر بلڈر کے اثر ورسوخ سے ڈر کر لوگوں نے اس کا ساتھ نہیں دیا۔تب اس نے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا۔کورٹ نے عوام کے حق میں فیصلہ سنا کر بلڈر کو بے دخل کر دیا۔کسی نے صداقت حسین کو گولی ماردی ، زخمی حالت میں اسے ہسپتال میں داخل کیا گیا اور اسی دن اس کی موت بھی ہوگئی۔اس پر لوگوں کو بہت دکھ ہوا اور وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اگر ہم نے اس کا ساتھ دیا ہوتا تو یہ نوبت نہیں آتی۔

مختصر یہ کہ سبھی افسانے فکر انگیز ہیں اور مطالعہ کی دعوت دیتے ہیں ۱۲۸ صفحات کو محیط اس کتاب کی قیمت ہے ۱۵۰ روپے اور مصنف کا پتہ ہے،

Dr Jawed Husain Paloji Sharib.A-303 Deepalika Yari Road
Versova Mumbai–400061

کتاب کا نام۔دکھتی رگ (افسانچے)
مصنف۔خالد بشیر تلگامی مبصر۔سعید رحمانی

افسانچہ کی ایجاد کا سہرا بے باک فکشن نگار سعادت حسن منٹو کے سر جاتا ہے۔''سیاہ حاشیے'' کے نام سے ان کے افسانچوں کا مجموعہ افسانچہ نگاری کا اولین نقش ہے۔آج کے اس تیز رفتار دور میں لوگوں کو اتنی فرصت نہیں کہ طول طویل افسانوں کا مطالعہ کریں۔افسانچوں کے فروغ کا باعث یہی پہلو ہے۔

افسانچہ نگاری کو فروغ دینے میں اخبارات اور رسائل بھی اہم کردار ادا کر رہے ہیں اور ترجیحی طور پر افسانچوں کو شائع کر رہے ہیں۔بعض رسائل تو افسانچہ نمبر بھی شائع کرنے لگے ہیں۔ابھی حال ہی میں چھتیس گڑھ اردو اکاڈمی اپنے سہ ماہی مجلّہ ''چشمۂ اردو'' کا عالمی افسانچہ نمبر شائع کر چکی ہے۔آج کل کے معروف افسانچہ نگاروں میں جوگیندر پال ، رتن سنگھ ، رونق جمال ، شہین مظفر پوری ، بشیشر پردیپ ، ہرچرن چاؤلہ ، واجدہ تبسم ،عطیہ پروین ، جیلانی بانو وغیرہ کا نام لیا جا سکتا ہے۔انہیں میں سے ایک اہم نام خالد بشیر تلگامی کا بھی ہے جن کے افسانچے تواتر سے اخبارات ورسائل کی زینت بن رہے ہیں۔

افسانچوں پر مشتمل زیر نظر مجموعہ ان کی اولین پیش کش ہے جس میں کل ۱۰۶ افسانچے شامل ہیں۔ایجاز واختصار کے ساتھ انہیں اپنی بات کہنے کا ہنر آتا ہے۔اس لئے ان افسانچوں میں انہوں نے بڑی بڑی باتوں کو اختصار سے اس طرح پیش کیا ہے کہ پوری بات دل میں اتر جاتی ہے۔بیشتر افسانچے عصری حالات کے ترجمان ہیں جن میں آج کے انسان کی بے حسی ، سیاسی ہتھکنڈوں ، سماج کے ٹھیکیداروں ، اور موقع پرست لوگوں کے چہروں سے نقاب کشائی کی گئی ہے۔بقول معروف افسانچہ نگار رونق جمال ''خالد بشیر کے افسانچوں میں بھرپور اختصار ہے اور اختصار ہی وقت کی پکار ہے۔اختصار میں بڑی بڑی باتیں کرنا صرف کہنہ مشق قلم کاروں کا حصہ کہلاتا ہے۔لیکن خالد بشیر نومشق ہونے کے باوجود نہایت فنکاری سے اس کام کو انجام دے رہے ہیں''۔

ان کا ایک افسانچہ مثالاً پیش ہے جس میں ایک باپ اپنے بیٹے کو اپنے آخری وقت میں اس لئے نصیحت کرتا ہے کہ بیٹے کی خواہشات اور ضروریات کا اس نے ہمیشہ خیال رکھا مگر اس آخری وقت میں بیٹے کو اتنی فرصت نہیں کہ باپ کی دلجوئی کر سکے............وہ افسانچہ ملاحظہ فرمائیں۔

''بیٹے! تم جیتے جی مجھ سے ملنے کبھی نہیں آئے۔اب مرنے کے بعد آئے ہو تو مہربانی کرکے میری قبر پر یہ کتبہ لگوا دینا۔'میں ایک لاوارث باپ ہوں''

مختصراً کہا جائے تو کتاب میں شامل سبھی افسانچے تاثر پذیری کے حامل اور لائق مطالعہ ہیں۔امید ہے کہ ادبی حلقوں میں اس کا خوش دلی سے استقبال کیا جائے گا۔۱۸۰ صفحات کو محیط اس مجلد کتاب کی قیمت ہے ۲۵۰ روپے۔

مصنف کا پتہ ہے۔

Khalid Bashir Tilgami.At/P.O:Tilgam.Tahsil;Paltan
Dist:Baramulla-193108(J&k)

☆☆☆

کتاب کا نام۔دردِ نہاں (شعری مجموعہ)
شاعر کا نام۔سبطین پروانہ مبصر۔شارق ریاض

سبطین پروانہ کٹیہاری سے راقم الحروف کی واقفیت اور شناسائی محض اخبارات ورسائل میں شائع ہونے والے ان کی شعری نگارشات اور سوشل میڈیا جیسے واٹس ایپ گروپ اور فیس بک پر پوسٹ ہونے والی ان کی غزل،نعت قطعات وغیرہ کے وسیلے سے ہے۔اس وقت ان کا اولین شعری مجموعہ ''دردِ نہاں'' میرے سامنے موجود ہے۔اس مجموعۂ کلام کے مطالعہ کے بعد ان کی تخلیقات کی روشنی میں کچھ خامہ فرسائی کرنے کی جسارت کر رہا ہوں ۔۲۷۱ صفحات پر مشتمل اس کتاب کا سرورق نہایت دیدہ زیب ہے اور اس کی طباعت بھی خوش نما ہے۔یہ کتاب قومی کونسل برائے فروغ اردو نئی دہلی کے مالی تعاون سے شائع کی گئی ہے۔شاعر موصوف نے اس کتاب کو اپنے والدین کے نام انتساب کیا ہے۔کتاب کے پہلے صفحہ پر شاعر کا اجمالی تعارف موجود ہے جس کے ذریعہ موصوف کے متعلق کچھ ذاتی جانکاریاں فراہم ہوتی ہیں۔اس کے بعد عبدالمتین جامی ، غلام ربانی ایاز ، توفیق احسن برکاتی اور سعید رحمانی صاحبان کے ذریعہ موصوف کی شاعری کے متعلق قلم بند

کئے گئے مضامین کو جگہ دی گئی ہے۔ان مضامین میں ان کے مجموعۂ کلام کے حوالے سے قیمتی خیالات موجود ہیں۔اس کتاب کو تین ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے باب میں حمد یہ کلام میں خدا کی عظمت، ثنا خوانی اور احساسِ تشکر کو موضوع بنایا گیا ہے۔دوسرے باب کے نعتیہ کلام میں مدح سرائی، عشقِ نبیؐ اور تعلیماتِ رسولؐ کو موضوع بنایا گیا ہے اور تیسرے باب میں غزلیات ہیں۔ان غزلوں میں سلاست زبان وبیان کے ساتھ وارداتِ قلب اور عصری مسائل کو پیش کیا گیا ہے۔یہ غزلیں قاری کو اپنی جانب متوجہ کرتی ہیں۔

سبطین پروانہ نے زندگی کے تمام پہلوؤں کو ممکنہ حد تک پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ان کے اشعار میں سماجی، سیاسی، معاشی، تہذیبی، معاشرتی، مذہبی، ثقافتی اور فلسفیانہ موضوعات کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔کتاب کے آخری حصے میں ایک نظم بعنوان ''اے وطن'' اور ماں کے تعلق سے چند قطعات کو بھی جگہ دی گئی ہے۔

مجموعی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ ''دردِ نہاں'' شاعر کی دروں بینی، ژرف نگاہی اور شعری بصیرت کا آئینہ دار ہے۔امید ہے کہ یہ مجموعہ اہلِ ادب کی توجہ کا مرکز بنے گا۔آخر میں سبطین پروانہ صاحب کے حق میں میری یہ دعا ہے کہ ان کی تخلیقی سرگرمیاں اسی طرح جاری رہیں اور آئندہ بھی ان کے آنے والے مجموعوں سے لطف اندوز ہونے کے مواقع ملتے رہیں۔ان کا پتہ ہے: سبطین پروانہ۔دیلال پور۔ڈاکخانہ سالماری۔ضلع کٹیہار۔855113 (بہار)

کتاب کا نام۔دُرِمعنی (مقالات، تاثرات وتبصرات)

مصنف۔ڈاکٹر شرف الدین ساحل مبصر۔سعید رحمانی

ڈاکٹر شرف الدین ساحل ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔شعر وادب کے علاوہ نقد وتحقیق کے باب میں بھی انھوں نے تخلیقیت کے گل بوٹے کھلایے ہیں۔گزشتہ صدی کی ۷۰ اور ۸۰ کی دہائی سے ان کا ادبی سفر ارتقائی منزلیں طے کرنے لگا ہے۔اس دوران شاعری اور نقد وتحقیق کے باب میں بشمول اس مجموعے کے ۵۵ کتابیں شائع ہوکر اہلِ ادب سے خراج حاصل کر چکی ہیں۔انھوں نے زبان وادب کی جو خدمات اب تک انجام دی ہیں اس کے اعتراف میں انھیں تقریباً ۵۲ سرکاری اور غیر سرکاری تنظیمیں انعامات واعزازات سے نواز چکی ہیں

زیرِ نظر مجموعہ ان کی تازہ ترین پیش کش ہے اور جو اسی سال ۲۰۲۲ء میں منظرِ عام پر آئی ہے۔یہ کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے۔پہلے باب میں مقالات، دوسرے باب میں تاثرات اور تیسرے باب میں مختلف کتابوں پر تبصرات شامل ہیں۔اس میں شامل مضامین چند بزرگوں اور ہم عصر قلمکاروں کی کتابوں پر لکھے گئے ہیں۔ان کے مطالعہ سے ڈاکٹر ساحل کی ژرف بینی اور تنقیدی وتحقیقی بصیرت کا عکس واضح نظر آتا ہے۔تنقیدی مضامین لکھتے وقت انھوں نے میانہ روی اختیار کی ہے۔ان کی یہ کوشش رہی ہے کہ مضمون نگاروں کے فکری رجحان کو نمایاں کیا جایے اور معائب کو نظر انداز کردیا جایے۔ایسا اس لیے کیا کہ بعض لوگوں کو تنقید برداشت نہیں ہوتی۔وہ ذرا سی بھی تنقید پر بھڑک اٹھتے ہیں۔تنقیدے کو برداشت کرنے کے لیے حوصلہ اور صبر ضروری ہے۔مگر آج کے قلمکار اس جذبے سے محروم ہیں۔البتہ جہاں فاش غلطیوں پر نظر پڑی ہے تو انھوں نے اس کو نمایاں کیا ہے۔شاعری پر اپنے تاثرات کو انھوں نے بڑی خوبصورتی سے پیش کیا ہے۔مثلاً انور حسین بھدرکی کا شعری مجموعہ ''بھیگی رات کی تنہائی'' کا مطالعہ کرنے کے بعد اپنے تاثرات اس طرح پیش کرتے ہیں: ''ان اشعار میں آگ کی حرارت ہے جو انور کے باطن میں مشاہدے اور تجربے کے نتیجے میں جل رہی ہے عصری حسیت ہے جس نے ان کے تخلیقی عمل کو مہمیز کیا ہے، سماج کے ان اخلاقی جرائم کا عکس ہے جس میں رہ کر انھیں گھٹن محسوس ہورہی ہے۔یہ حقیقت ایک طرف لیکن دوسری جانب انھوں ننے اپنی جمالیاتی حس کے سہارے جو اشعار کہے ہیں ان میں بھی بلا کی حرارت، معنویت، گہرائی وگیرائی بھی ہے۔

اسی طرح تاج پیامی کے شعری مجموعے ''آئینۂ غزل'' کے محاسن کا جائزہ پیش کرتے ہویے فرماتے ہیں:۔

''ان کے یہاں صاف ستھرے اور لطیف شعروں کی بھی کمی نہیں ہے۔ ان کی شاعری کا محور عصری حسیت تو ہے ہی مگر اپنی ذات کے حوالے سے انھوں نے جو باتیں کہی ہیں وہ غور وفکر کو دعوت دیتی ہیں اور ان کے قوی مشاہدات کی عکاسی کرتی ہیں۔ان محاسن کے علاوہ انھوں نے معائب پر بھی گرفت کی ہے۔اس کی مثال مندرجہ اشعار میں ملاحظہ فرمائیں:

ا۔تمہارا ریت پہ قصہ یہ پیاس کا لکھنا......اس میں ''یہ'' زاید ہے۔

۲۔نظامِ زندگی اے تاج یہ بہتر بدلتی ہے؛......اس میں بہتر زائد ہے۔

۳۔کہ جیسے تازہ ہو ہر روز کا کوئی اخبار.........اس میں کوئی زائد ہے۔

۴۔ زندگی ہے فرشِ گل، زندگی ہے خارزار

وہ خیال ان کا ہے، یہ خیال میرا ہے

اس شعر میں خارزار غور طلب ہے

مجموعی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ ''درِ معنی'' میں حقیقتاً فکر وخیال کے ایسے گوہر آبدار ہیں جن کی چمک دمک نگاہوں کو خیرہ کردینے کے لیے کافی ہے نیز یہ مجموعہ ڈاکٹر شرف الدین ساحل کی فکری طہارت اور ادبی بصیرت کا آئینہ دار ہے جو یقیناً ادبی حلقوں کی توجہ کا محور بنے گا۔خوبصورت ڈسٹ کور، دبیز کاغذ اور نفیس طباعت کے ساتھ ۲۳۵ رصفحات کو محیط یہ کتاب قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کے مالی تعاون سے شائع کی گئی ہے اور قیمت ہے ۲۰۳ روپے۔درج ذیل پتے سے اس کتاب کو حاصل کرسکتے ہیں:

ساحل کمپیوٹرس۔حیدری روڈ۔مومن پورہ۔ناگپور۔440018 (مہاراشٹر)

کتاب کا نام۔ہم عصر شعری جہات (تنقیدی مضامین)

مصنف۔بدر محمدی مبصر۔سعید رحمانی

عصرِ حاضر کے قلم کاروں میں بدر محمدی ادبی دنیا میں اپنی مستحکم شناخت رکھتے ہیں۔ ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔شعر وادب اور نقد وتحقیق کے باب میں انھوں نے قابلِ قدر اضافہ کیا ہے۔اس دوران ان کے دو شعری مجموعے''بنتِ فنون کارشتہ(۲۰۱۱ء)''اور''خوشبو کے حوالے''(۲۰۱۷ء) کے علاوہ تبصروں پر مشتمل ایک مجموعہ''معانِ نظر''(۲۰۱۵ء)منظرِ عام پر آ چکا ہے۔یہ سبھی مجموعے حلقۂ ادب میں پذیرائی حاصل کر چکے ہیں۔زبان وادب کی گرانقدر خدمات کے اعتراف میں انھیں بہار اور اتر پردیش اردو اکاڈمیاں اعزازات وانعامات سے نواز چکی ہیں۔

زیرِ نظر مجموعہ ان کی تازہ ترین پیش کش ہے جو گزشتہ سال ۲۰۲۱ء میں شائع ہوکر اہلِ ادب کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔اس میں کل ۲۴ ہم عصر شعرا کی شعری جہات کا محاکمہ انھوں نے بڑی عرق ریزی سے کیا ہے۔معروف اور غیر معروف دونوں طرح کے شعرا کی کاوشوں پر خامہ فرسائی کی گئی ہے۔پہلے حمدیہ اور نعتیہ شاعری کا جائزہ لیا گیا ہے۔اس کے بعد غزلیں،نظمیں،رباعیات،قطعات،دوہا وغیرہ پر تبصرے ہیں۔ان مضامین کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ موصوف کو ان اصناف پر دسترس حاصل ہے ساتھ ہی اظہارِ خیال میں انھوں نے میانہ روی کو ترجیح دی ہے۔غیر جانب دارانہ انداز سے محاسن ومعائب کو نمایاں کیا ہے۔ان کے اس ناقدانہ رویہ کو جمالیاتی تنقید کے ذیل میں رکھا جاسکتا ہے۔ان کی یہ بھی کوشش رہی ہے کہ عام قاری بھی ان مضامین سے استفادہ کر سکے۔

بدر محمدی صاحب کی فنی وتنقیدی بصیرت کا اعتراف بہت سے مشاہیرِ ادب کر چکے ہیں۔شفیع مشہدی ان کے تعلق سے فرماتے ہیں:''بدر محمدی کے مضامین میں معروضیت بھی ہے اور دیانت بھی۔ان کی تنقیدی بصیرت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ خود معروف تخلیق کار ہیں۔اس لیے تخلیق کاروں کی فکر اور ان کے کرب سے آشنا ہیں۔مگر انھوں نے پوری دیانت داری سے ان کا احتساب بھی کیا ہے''۔

بقول ڈاکٹر حقانی القاسمی:''بدر محمدی نے مختلف اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کرنے والے شاعروں پر لکھا ہے جن میں حمد،نعت،دوہا،قطعہ،رباعی،نظمیں،غزلیں لکھنے والے شاعر ہیں۔ان کی تنقید سے بہ آسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان اصناف سے بدر محمدی کی گہری شناسائی ہے''۔

ان مضامین کے مطالعہ سے بدر محمدی کی تنقیدی بصیرت واضح نظر آتی ہے۔انھوں نے کسی بھی شاعر کی شاعری کا تجزیہ کرتے وقت نہ تو جانب داری سے کام لیا ہے اور نہ ہی کسی کی بے جا تحسین کی ہے۔خصوصاً غیر معروف شعرا کو موضوعِ بحث بنا کر انھیں شعری منظر نامہ میں نمایاں کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے جو بہر طور لائقِ ستائش ہے۔کمیت وکیفیت کے اعتبار سے یہ مجموعہ اردو کے تنقیدی ذخیرے میں ایک اضافہ ہی تصور کیا جایے گا۔امید واثق ہے کہ ادبی حلقوں میں اس کی خاطر خواہ پذیرائی ہوگی۔216 صفحات کو محیط اس مجلد کتاب کی قیمت ہے 138 روپے جسے شاعر کے درج ذیل پتے سے حاصل کر سکتے ہیں:

BadrMohammadi.At:ChandpurFateh.P.O:Bariarpur Dist:Vaishali-843102(Bihar).

کتاب کا نام۔فکر تونسوی کی ادبی وصحافتی خدمات (تنقیدی مضامین)

مصنف۔ڈاکٹر رفیق احمد مبصر۔سعید رحمانی

علم وادب اور نقد وتحقیق کے باب میں ڈاکٹر رفیق احمد نے جو گرانقدر خدمات انجام دی ہیں انھیں فراموش نہیں کیا جاسکتا۔گزشتہ چند دہائیوں سے ان کا ادبی سفر جاری ہے۔اس دوران ان کی تین تصانیف،اردو ادب کا معروضی مطالعہ،اردو کے چند نمائندہ طنز ومزاح نگار اور نظامِ تعلیم کے مختلف مراحل منظرِ عام پر آ کر اہلِ ادب سے خراج حاصل کر چکی ہیں۔مزید تین تصنیفات:پروازِ سخن،فضا ابن فیضی حیات اور شاعری اور انتخابِ کلام فضا ابن فیضی زیرِ ترتیب ہیں۔

زیرِ نظر کتاب کل سات ابواب پر مشتمل ہے۔پہلے باب میں فکر تونسوی کے عہد کا جائزہ لیا گیا ہے۔دوسرے باب میں فکر تونسوی کی سوانحِ حیات ہے۔تیسرے باب میں طنز ومزاح نگاری کی روایت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔چوتھے باب میں فکر تونسوی کی مزاح نگاری پر اظہارِ خیال ہے۔پانچویں باب میں اردو صحافت کی مختصر تاریخ اور فکر تونسوی کی صحافت نگاری کے تعلق سے تفصیلات پیش کی گئی ہیں۔چھٹے باب میں فکر تونسوی کی دیگر ادبی خدمات ہیں جبکہ ساتویں باب میں کتابیات کی فہرست ہے۔

طنز ومزاح نگاری کے باب میں فکر تونسوی کا شمار صفِ اول کے قلم کاروں میں کیا جاتا ہے۔طنز ومزاح نگاری پر گفتگو کرتے وقت ان کی شخصیت کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔بقول ڈاکٹر وزیر آغا:''فکر تونسوی نے مزاح اور طنز کی مدد سے معاشرے کی ناہمواریوں اور زندگی کی مضحکہ خیزیوں کو نشان زد کر کے انسان کی مریضانہ سنجیدگی پر کاری ضرب لگائی ہے''

صحافت کے میدان میں بھی انھوں نے جس جرأت مندی اور حقیقت نگاری کا ثبوت پیش کیا ہے اس کی نظیر بہت کم دیکھنے کو ملتی ہے۔اپنے مشہور زمانہ کالم''پیاز کے چھلکے''میں انھوں نے بڑی بے باکی سے عوامی مسائل پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔لاہور سے ہجرت کے بعد انھوں نے صحافت کا آغاز کیا۔رفتار،سویرا اور نقوش کے نام سے رسالے جاری کیے۔نیا زمانہ اور ملاپ میں بھی ان کی طنزیہ تحریریں''پیاز کے چھلکے''کے نام سے شائع ہوتی تھیں جس کی وجہ سے یہ دونوں رسالے آسمانِ صحافت کا روشن استعارہ بن گئے تھے۔رسالہ بیسویں صدی کو بھی ان کی

تحریروں نے وقار بخشا ہے۔ بقول دلیپ سنگھ ”اس نے اخبار کے کالموں کو ادبی شان عطا کی اور سیاسی طنز کو بامِ عروج تک پہنچا دیا“

مختصراً کہنا چاہوں گا کہ ڈاکٹر رفیق احمد صاحب نے اس کتاب کے ذریعہ فکر تونسوی کی حیات اور خدمات کو مفصل اور مدلل طریقے سے پیش کر کے ایک اہم ادبی کارنامہ انجام دیا ہے جو یقیناً ریسرچ اسکالروں کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوگی۔ دبیز کاغذ اور نفیس طباعت کے ساتھ ۲۸۸ صفحات کو محیط اس مجلد کتاب کی قیمت ہے ۳۰۰ روپے اور مصنف کا پتہ ہے؛ ڈاکٹر رفیق احمد۔ ڈومن پورہ ویسٹ، مئو ناتھ بھنجن۔ 275101 (یوپی)

☆☆☆

حبیب راحت حباب

GulshanNagar.HazratKhankah
WaliGali.Khandwa-450001(M.P)

دوہے

کن لفظوں میں کروں خوشبو تیرا بیان
جھینپے جھینپے سے لگے عطر، مشک، لوبان
میری کیا ہے حیثیت، میری کیا اوقات
مولا میری خیر ہے، بس تیرے ہی ہاتھ
تجھ کو سب کی فکر ہے سب کی ہے پرواہ
برسی رحمت کی گھٹا شکر ترا اللہ
دنیا میں رہ کر بنا تو اپنا کردار
اتنا مت ہو باورے دنیا سے بیزار
گھر کا بھیدی کھولتا گھر سارے بھید
سب کے دل پتھر ہوئے سب کا خون سفید
گیانی جھاڑیں گیان یوں، جو سوئے وہ روئے
اپنے تو مست رام ہیں، رب چاہے سو ہوئے
اب جا کر پوری ہوئی اپنی یہ تحقیق
یاروں کا ایک یار ہے اور وہ ہے تصدیق
مجھ سے ہی ہوتی رہی متوا ہردم چوک
لیکن تو کرتا رہا خوشبو بھرا سلوک
داتا سب کا کر بھلا سب کو کردے شاد
اونچی ہیں اٹاریاں ڈیرے ہوں آباد

پروفیسر کرامت علی کرامتؔ

RahmatAliBuilding.DewanBazar
Cuttack-753001(Odisha)
Mob-9861579171

غزل: ساجد اثر مرحوم کی نذر

ارکان؛ مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن

ان کا ہوا سامنا رات کے بارہ بجے — پھر تو مزہ آگیا رات کے بارہ بجے
دن میں تو اقرارِ جرم اس نے کیا تھا مگر — اس کو ملی ہے سزا رات کے بارہ بجے
رات وہ پونم کی تھی اس نے دکھائی جو زلف — چھا گئی کالی گھٹا، رات کے بارہ بجے
کیڑے مکوڑے تلک، گل کے قریب آگیے — تھی جو معطر فضا رات کے بارہ بجے
خواب میں یہ غرق تھی، کس نے جگایا اسے — سوئی تھی میری انا رات کے بارہ بجے
ٹھیک تھا سب کچھ یہاں، آگیا کیوں انقلاب — ہوگیے کیوں وہ خفا رات کے بارہ بجے
عقل میں، جذبات میں شام تلک ربط تھا — خونِ جگر کیوں ہوا رات کے بارہ بجے
وقت تہجد کا ہے اٹھو کرامتؔ علی — لو ہے کھلا میکدہ رات کے بارہ بجے

ساجد اثر مرحوم کی غزل

ارکان:۔ فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن

چیخ اٹھی زندگی رات کے بارہ بجے
وقت نے وہ چوٹ دی رات کے بارہ بجے
ہو رہا تھا گوشت کے گاہکوں سے مول تول
بک رہی تھی مفلسی رات کے بارہ بجے
نیند کے تالاب میں غرق تھے ہم سب مگر
جاگتا تھا فلسفی رات کے بارہ بجے
سن رہا ہوں مانگنے آیے گی تازہ لہو
آزمائش کی گھڑی رات کے بارہ بجے
لوگ تھے سہمے ہوئے رت جگے کے جال میں
خوف کی گھنٹی بجی رات کے بارہ بجے
میرے گھر کے سامنے روز بجتی ہے اثرؔ
سسکیوں کی بانسری رات کے بارہ بجے

طرحی مشاعرہ

مصرعِ طرح "ہر سنگِ راہ مجھ کو ترا آستاں ہوا" پر غزلیں پیش ہیں۔ اگلے شمارے کے لیے طرح نوٹ فرمائیں: "انتظار آپ کی آمد کا سرِ شام سے ہے" (شاعر۔ حسرت موہانی) قوافی: شامِ، کامِ، نامِ وغیرہ، ردیف: سے ہے۔ پانچ اشعار پر مشتمل آپ کی طرحی غزل ۱۵ر اگست ۲۰۲۲ء کے اندر ہمیں مل جانی چاہیے۔ رسالہ اگر تاخیر سے ملے تو وصول یابی کے ایک ہفتے کے اندر ارسال کر سکتے ہیں۔ (ادارہ)

سید اولادِ رسول قدسی (امریکہ)

Mob-+1(832)352-1992

یادوں سے تری دل کا مکاں آسماں ہوا
فرقت کی پستیاں چھٹیں غم شادماں ہوا

یوں رنگ لائی میری عقیدت کی روشنی
"ہر سنگِ راہ مجھ کو ترا آستاں ہوا"

کل میری راہ میں جو بچھاتا تھا خار و خس
کیا جانے آج مجھ پہ وہ کیوں مہرباں ہوا

کلیوں میں اضطراب کا عالم تھا رات بھر
شبنم کا راز صبح سویرے عیاں ہوا

مظلوم کے لہو سے ہیں تر جس کی انگلیاں
قدسی نظامِ عدل کا وہ پاسباں ہوا

عبدالمجید فیضی (سمبلپور)

Mob-9778291038

ہر گام پر خیال ترا حرزِ جاں ہوا
"ہر سنگِ راہ مجھ کو ترا آستاں ہوا"

تھا راہ بر کوئی نہ مرا ہم سفر کوئی
عزمِ سفر وسیلۂ منزل نشاں ہوا

کس سے مدد کی آس تھی کس کا تھا آسرا
ہم پر تو مہرباں نہ کبھی آسماں ہوا

ہم تو گراں سے تا بہ گراں ڈھونڈتے رہے
اصلاً کہیں نہ جلوۂ جاناں عیاں ہوا

ہوتا نہیں ہے محرمِ رازِ نہاں کوئی
فیضی! میں دل کا، دل ہی مرا رازداں ہوا

تنویر پھول (امریکہ)

Mob-001 518 221 7060

آنکھوں سے اس کی ماجرا دل کا بیاں ہوا
دل میرا اس کے قلب کا پھر ہم زباں ہوا

تبدیل ہو کے بات کہاں تک پہنچ گئی
مشکل سے ہم سے قصۂ اصلی بیاں ہوا

فرعون کے محل میں وہ موسیٰ کی پرورش
کوئی تو تھا جو ان کا وہاں پاسباں ہوا

مشکل گھڑی میں یاد بس آتا ہے تیرا در
"ہر سنگِ راہ مجھ کو ترا آستاں ہوا"

خوشبو سے عطر بیز ہوا باغِ شاعری
بزمِ سخن میں پھول جو رطب اللساں ہوا

سید خادمِ رسول عینی (حیدرآباد)

Mob-9527865833

میرے خلاف ظلم کا جب آسماں ہوا
فیضِ حبیب سر پہ مرے سائباں ہوا

ملتی ہے مجھ کو راحت و تسکینِ دل بہت
"ہر سنگِ راہ مجھ کو ترا آستاں ہوا"

آیا بچانے ان کی بہارِ کرم کا نور
جب جب خزاں سے لیس مرا گلستاں ہوا

قرآں کی آیتِ لک ذکرک کی آئی یاد
اسمِ حبیب سب کے یوں وردِ زباں ہوا

عینی محبّ تمہاری فقط ایک ذات کیا
عاشق مرے حبیب کا سارا جہاں ہوا

رمیش کنول (پٹنہ، بہار)

Mob-8789761287

ہر شہر، گاؤں، قصبہ جو یوں مہرباں ہوا
شہرت کا میری کارواں پھر تو رواں ہوا

یوں تو حسین اور بھی دنیا میں ہیں مگر
دونوں جہاں میں کوئی بھی تجھ سا کہاں ہوا

سُر تال لے جو اس طرح یکجا ہوئے کہ بس
غزلیں، بھجن یا ٹھمری کا اک گلستاں ہوا

حب الوطن کا تذکرہ میرے ہی نام تھا
سارے جہاں کی نظروں میں میں داستاں ہوا

تیری تلاش نے مجھے بھٹکایا یوں کنول
"ہر سنگِ راہ مجھ کو ترا آستاں ہوا"

عظمت علی عظمت (کرنول)

Mob-9866792509

سمجھا تھا جس کو اپنا وہی بدگماں ہوا
امید جس کی تھی نہیں وہ مہرباں ہوا

دلکش ہوئی زمیں تو روشن سماں ہوا
آیے جو آپ صحرا بھی اک گلستاں ہوا

رنجیدہ جس کو سن کے سبھی لوگ ہو گئے
اس واقعہ کا حال جہاں بھی بیاں ہوا

عرشِ بریں پہ آقا نے رکھا تھا جب قدم
مسرور کائنات تو خوش آسماں ہوا

عظمت وہ میرا دوست بھی رہنے لگا ہے دور
یہ تو بتاؤ فاصلہ کیوں درمیاں ہوا

نظام مجھولیاوی (مظفرپور بہار)

Mob-9199874010

پہلے مرے خلاف بہت بد گماں ہوا
مجھ سے مگر ملا تو بہت مہرباں ہوا

قسمت سے جس کو مل گئی ماں باپ کی دعا
اس پر خدا کے لطف کا پھر سائباں ہوا

رکھیں گے لوگ یاد ستم کی کہانیاں
ظالم بہت ہی آج کا یہ حکمراں ہوا

یہ میرا دل جھکا جھکا تیرے حضور ہے
"ہر سنگِ راہ مجھ کو ترا آستاں ہوا"

میں تکتا رہ گیا اسے حسرت سے اے نظام
حدِ نظر سے دور وہی کارواں ہوا

محمد فیروز عالم مالی گھاٹ (مظفرپور)

Mob-6204862039

وہ جب سے آ کے دل میں مرے میہماں ہوا
میرے لیے خوشی کا نیا اک جہاں ہوا

اک دن وہ لوٹ آیے گا مجھ کو یقین ہے
وہ مجھ سے جانے کس لیے یوں بدگماں ہوا

چھپ چھپ کے ان سے پیار کیا کرتا تھا مگر
یہ راز پھر بھی کیسے جہاں پر عیاں ہوا

کیوں کر جھکے نہ میری جبیں تیرے سامنے
"ہر سنگِ راہ مجھ کو ترا آستاں ہوا"

محفل سے اٹھ کے چل دیے فیروز چند لوگ
میری زبانِ حق سے جو حق کا بیاں ہوا

نظام جلالپوری (مظفرپور)

Mob-9199874010

جب تجھ سے روبرو اے مری جانِ جاں ہوا
غم سارے دور ہو گئے دل شادماں ہوا

پوچھا نہیں کسی نے کبھی میرا حالِ زار
تیرے سوا مگر نہ کوئی مہرباں ہوا

جینے کی آس بڑھ گئی اس دن سے اور بھی
جس روز سے تو دل میں میرے میہماں ہوا

ہر اک قدم پہ جھکتی ہے میری جبینِ شوق
"ہر سنگِ راہ مجھ کو ترا آستاں ہوا"

قائم نہ رہ سکے گی کبھی دوستی نظام
دونوں میں ایک بھی جو اگر بدگماں ہوا

افضل مظفرپوری (بہار)

Mob-9973047938

محبوب میری نظروں سے جس دن نہاں ہوا
فرقت میں اس کی درد مرا بھی عیاں ہوا

اس نے جو ساتھ چھوڑ دیا راہِ زیست میں
ارماں ادھورا رہ گیا پورا کہاں ہوا

امید تھی کہ پاؤں گا میں منزلِ مراد
افسوس گم نظر سے مگر کارواں ہوا

خم ہے مری جبینِ محبت ترے حضور
"ہر سنگِ راہ مجھ کو ترا آستاں ہوا"

افضل تھا قید تیرہ شبی کے حصار میں
روشن تمہاری یاد سے دل کا جہاں ہوا

محمد باعشن مغموم (کولکاتا)
Mob-9007894220

حق بیں نظر میں کب ترا جلوہ نہاں ہوا
"ہر سنگِ راہ مجھ کو ترا آستاں ہوا"

ناوک فگن کے شوق کی تسکین کے لیے
ناحق شکار تیر ستم بے زباں ہوا

کم تر ہوں تجھ سے تیرے برابر کبھی نہیں
پھر بھی میں تیرا عکس ہوں مجھ کو گماں ہوا

دیدار کا تھا شوق نہ دیکھا تھا جب تلک
دیکھا تجھے تو اور بھی جذبہ جواں ہوا

محفل میں سب کو چھوڑ کے مغموم آج شب
مجھ پر ہوا فریفتہؔ وہ مہرباں ہوا

احقر القادری تیغی (مظفر پور بہار)
Mob-7366854786

جب سے مرے حبیب کا جلوہ عیاں ہوا
پہنچا میں سر کے بل میرا چرچا وہاں ہوا

جس کو رفیق سمجھا تھا وہ بن گیا عدو
لیکن جو سنگ دل تھا بڑا مہرباں ہوا

خم ہے جبینِ شوق بڑے احترام سے
"ہر سنگ راہ مجھ کو ترا آستاں ہوا"

یہ بھی ہمارے دیش میں ہوتا ہے آج کل
ظالم جو کل تلک تھا وہی حکمراں ہوا

ان کی جفا بدل گئی احقر وفا میں آج
دل میرا غم زدہ تھا بہت شادماں ہوا

محمد ممتاز شعور (سمبلپور اڈیشا)
Mob-6370768671

جب سے اے ہم نشیں تو مرا رازداں ہوا
میری حیات کے لیے اک امتحاں ہوا

کیوں اس طرح سے روٹھا ہوا لگ رہا ہے تو
ہر داؤ منانے کا یہاں رائگاں ہوا

اپنی جبیں جھکا کے میں آیا ترے حضور
"ہر سنگِ راہ مجھ کو ترا آستاں ہوا"

چلتا ہوں دل میں لے کے تمناؤں کا ہجوم
تنہا میں اپنی ذات میں اک کارواں ہوا

اس نے بدل کے رکھ دی میری زندگی شعور
میں تھا کبھی زمین ابھی آسماں ہوا

سبطین پروانہ (کٹیہار بہار)
Mob-6203678599

جب شہرِ بے چراغ کا میں پاسباں ہوا
کہتے ہیں لوگ شہر بھی دارالاماں ہوا

کڑوی زبان والا تو ضد پر اڑا رہا
میٹھی زبان والا مگر مہرباں ہوا

ظالم نے ظلم ڈھایا غریبوں پہ جس گھڑی
اس وقت میری آنکھوں سے آنسو رواں ہوا

جذبہ عقیدتوں کا لیے میں جو چل پڑا
"ہر سنگِ راہ مجھ کو ترا آستاں ہوا"

پروانہ میں جو چلنے لگا راہِ عشق میں
ہراک قدم پہ سخت مرا امتحاں ہوا

عارف محمد عارفؔ (بھدرک اڈیشا)
Mob-7504136004

سر کو خمیدہ کر کے میں جب بھی رواں ہوا
"ہر سنگِ راہ مجھ کو ترا آستاں ہوا"

دورِ خزاں میں اس طرح اجڑا نہ تھا چمن
بربادیوں کا باب تو خود باغباں ہوا

جو کچھ ہوا ہے ساتھ مرے اس دیار میں
ایسا کسی کے ساتھ بتا اور کہاں ہوا

شعلہ کوئی دکھائی تو دیتا نہیں کہیں
لیکن فضا میں کس لیے اتنا دھواں ہوا

عارف مزاجِ وقت کا تیور تو دیکھ لو
کل میں زبان والا تھا اب بے زباں ہوا

شکیل سہسرامی (پٹنہ بہار)
Mob-9835642267

اب تک وہ ہم سفر نہ مرا ہم زباں ہوا
جو چاہتا تھا میں وہ ابھی تک کہاں ہوا

کیسے رہے گا حسنِ چمن اپنی شکل میں
جب دشمنِ چمن ہی یہاں باغباں ہوا

جب حوصلوں نے چھوڑ دیا میرا ساتھ تو
مشکل ترین دیکھئے کارِ جہاں ہوا

مرنے کے بعد کوئی شکایت نہیں رہی
میت پہ میری وہ بھی مرا نوحہ خواں ہوا

وارفتگیٔ شوق بھی کیا چیز ہے شکیل
"ہر سنگِ راہ مجھ کو ترا آستاں ہوا"

اشتیاق عنبر (بسنت وہار۔ مظفر پور)
Mob-

الفاظ سے، نہ آنکھ سے، دل سے بیاں ہوا
تیرا جمال و حسن جو وردِ زباں ہوا

شکوہ نہیں ہے غیر سے اپنوں سے ہے ضرور
اپنا جسے سمجھتے تھے اپنا کہاں ہوا

مجرم ہوں تیرا چاہے سزا دے یا بخش دے
بھولے سے تیرا راز جو مجھ سے بیاں ہوا

کرتا ہوں دل سے ہر طرح میں تیرا احترام
"ہر سنگِ راہ مجھ کو ترا آستاں ہوا"

ہر ابتدا کی ہوتی ہے اک انتہا ضرور
عنبر بتاؤ پیار کبھی جاں و داں ہوا

اے عالم (جھارسوگڑا اڈیشا)
Mob-9776031506

اوجھل مری نظر سے جو وہ کارواں ہوا
افسوس ہے کہ میرا سفر رائگاں ہوا

سر کو جھکا رہا ہوں عقیدت کے ساتھ میں
"ہر سنگِ راہ مجھ کو ترا آستاں ہوا"

آب و ہوا، زمین و فلک رزق بھی دیا
کچھ اس طرح سے ہم پہ خدا مہرباں ہوا

مشکل تھا زندگی کا سفر دھوپ میں مگر
تیرا خلوص میرے لیے سائباں ہوا

عالمؔ چلا گیا وہ جو رشتوں کو توڑ کر
شاید مری طرف سے وہ تھا بدگماں ہوا

محمد مبارک حسن فریدی (سعد پورہ مظفر پور)
Mob-9973375190

ممتا کی چھاؤں میں جو مکمل جواں ہوا
ماں کی دعا سے وہ تو مہِ آسماں ہوا

حسن و جمال کا ترے شیدا ہوں اس طرح
'[ہر سنگِ راہ مجھ کو ترا آستاں ہوا

بغض و حسد، عداوت و نفرت کا آئینہ
بن ڈھونڈے ہر محاذ پہ خود ہی عیاں ہوا

تھک ہار کے یہ واعظِ عاجز نے کہہ دیا
آغازِ باب تھا جو ابھی تک بیاں ہوا

حسنِ عمل فریدی کا یہ رنگ لایا ہے
ظالم جو کل تلک تھا وہی مہرباں ہوا

غلام نبی حسن قادری (مظفر پور بہار)
Mob-9934945133

جس باغ کا لٹیرا کوئی باغباں ہوا
برباد ایک آن میں وہ گلستاں ہوا

خطرے میں بجلیوں کے نشیمن ہے ہر گھڑی
نا اہل جب سے تخت نشیں حکمراں ہوا

محبوب کا وصال اسے تب ہوا نصیب
جب ہر نشاں مُحب کا مٹا بے نشاں ہوا

اس واسطے خمیدہ ہے میری جبینِ شوق
"ہر سنگِ راہ مجھ کو ترا آستاں ہوا"

محبوب مہربان رہا مجھ پہ رہا حسن
راہِ وفا میں جب بھی میرا امتحاں ہوا

محمد طفیل احمد حافظؔ (سمبلپور اڈیشا)
Mob-9337303079

فصلِ بہار کی جگہ دورِ خزاں ہوا
پھولوں سے خالی آج ہراک گلستاں ہوا

حق گوئی حق پرستی کی راہیں کٹھن سہی
مجھ کو کبھی نہ خدشۂ سود و زیاں ہوا

خواجہ! ترے کرم کی کوئی انتہا نہیں
"ہر سنگِ راہ مجھ کو ترا آستاں ہوا"

خاکِ وطن کو سینچا کیا ہم نے خون سے
ہراک قدم پہ اپنا مگر امتحاں ہوا

پوتن کا یوکرین پہ توپوں کے وار سے
امکانِ جنگِ عالمی حافظ عیاں ہوا

صابر کاغذنگری (تلنگانہ)
Mob-9441020768

ذہنی تناؤ قلب پہ بارِ گراں ہوا
آنسو غمِ حیات کا سیلِ رواں ہوا

اس دورِ انحطاط کا انجام دیکھ کر
برہم زمیں ہوئی تو کبھی آسماں ہوا

تزئینِ کائنات کے جلوؤں کو دیکھ کر
قلب و جگر بھی اپنا بہت شادماں ہوا

باطِل پرست ذہنوں میں کیسا فتور ہے
ہر لحظہ حق شناس پہ وہم و گماں ہوا

صابر ترے مزاج میں ہے صبر کی صفت
اس وصف سے زمانہ ترا قدر داں ہوا

ادب پیما

(ادبی تہذیبی اور ثقافتی سرگرمیاں)

عرس شاہِ دریا، بھدرک، اڈیشا

۱۸ فروری ۲۰۲۲ء کو حضرت مفتیٔ اعظم اڈیشا علیہ الرحمہ جدِ امجد حضرت سیدنا شاہ دریا نگر مرزاپور بھدرک کے زیرِ سرپرستی ناصرِ ملت حضرت الحاج سید عطا محی الدین صاحب حبیبی عرسِ شاہِ دریا بڑے ہی تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہوا۔ صبح مزارِ پاک کے غسل شریف کی تقریب ہوئی۔ بعد نمازِ عصر جلوسِ چادر شریف آستانۂ سید السادات سے روانہ ہوا۔ مزار مفتیٔ اعظم سے ہوتے ہوتے ہوئے واپس آیا۔ بعدہٗ نعت و منقبت خوانی اور تقاریر ہوئیں۔ علامہ قدسی اور حضرت عینی کے مقدس کلام پڑھے گئے۔ چند منتخب اشعار ملاحظہ فرمائیں:

مفتیٔ اعظم اڑیسہ ان کی ہیں اولادِ پاک ۔ بہتا ہے روحانی دریا سید السادات کا (علامہ قدسی)

عبدِ قدوس میں جلوہ تھا نمایاں ان کا۔ عینی سادات کی توقیر ہیں شاہِ دریا (خادم رسول عینی)

حضرت مفتی سید عرف رسول ازہری نے شاہِ دریاؒ کی سیرت پر پرمغز گفتگو فرمائی۔ حضرت ناصرِ ملت کی مناجات اور حضرت شیرِ اہلسنت کی رقت انگیز دعا پر محفل کا اختتام ہوا۔ بعد مغرب برائے حاضرین تقسیمِ لنگر کا عمل درپیش آیا۔

(مرسلہ: الحاج شیخ عثمان الحق رضوی، صدر انجمن خدام الاولیا۔ مرزاپور بھدرک اڈیشا

یومِ دستور پر آئیڈیا ممبئی کے ڈرامے ”لوک مانیہ تلک“ اور ”منگل پانڈے“

(ممبئی) آئیڈیا ڈراموں کا ایسا واحد گروپ ہے جو سکہ رائج الوقت کے طرز پر اپنا کام کرتا ہے۔ یعنی عوام نے جس موضوع کی وضاحت چاہی، جس چیز کی ضرورت محسوس کی یا عوام میں جو موضوع زیر بحث آیا اور وہ موضوع ہاٹ ایشو بن گیا تو آئیڈیا ممبئی نے اس موضوع پر ڈراما تیار کرکے پیش کر دیا اور سماج میں پھیلی بے چینی کا نہ صرف خاتمہ کرنے کی کوشش کی بلکہ سماج میں کسی خاص موضوع کو لے کر انتشار پیدا کرنے والوں کو کرارا جواب بھی دیا ہے۔ سماج اور معاشرے میں آئیڈیا ممبئی ایک اچھے نباض کی طرح اپنا کردار ادا کر رہا ہے۔ اور ان لوگوں کے دلوں کی آواز بن کر معاشرے کی نمائندگی بھی کر رہا ہے جو مختلف طریقوں سے سماج میں انتشار پیدا کرنے والوں کے خلاف متحد ہو کر آواز بلند کرتے ہیں۔ قومی اعزاز یافتہ مصنف و ادیب قاضی مشتاق احمد کا لکھا ڈراما ”لوک مانیہ تلک“ آئیڈیا کی جانب سے پیش کردہ یوم جمہوریہ کی تقاریب کا ایک اہم حصہ ہے۔ لوک مانیہ تلک کی شخصیت گونا گوں خوبیوں کی مالک تھی۔ قاضی مشتاق احمد صاحب نے بہت گہری ریسرچ کے بعد ہی اس ناٹک کو تحریر کیا ہے۔ ان کی بے پناہ محنت کا عکس ڈرامے میں جابجا دکھائی دیتا ہے۔ تاریخی شواہد پر مبنی ڈراما ”منگل پانڈے“ ایسے لوگوں کے لئے ایک تازیانہ ہے جو کہتے ہیں ”ہمیں آزادی بھیک میں ملی ہے“۔ کہنہ مشق ڈراما نگار محمد صادق انصاری کا تحریر کردہ یہ ڈراما تحریک آزادی کی پہلی لڑائی سے پہلے کے حالات کو بخوبی اجاگر کرتا ہے اور دیگر شہداء کی طرح وطنِ عزیز کی آزادی کے لئے منگل پانڈے کی جان کی قربانی کا مکمل احاطہ کرتا ہے۔ اس دور کا کاسٹیوم اور سیٹ میک اپ کے ذریعہ اسٹیج پر دکھایا گیا ہے۔ آئیڈیا ممبئی کے روح رواں اور لمکا بک آف ریکارڈس ہولڈر جناب مجیب خاں صاحب کی پیشہ ورانہ بہترین ہدایت کاری نے ان ڈراموں کو فن کے عروج پر پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ان ڈراموں کو آپ ۲۶ جنوری ۲۰۲۲ء کو شام ۵ بجے سے میسور ایسوسی ایشن ماٹنگا اور ممبئی میں دیکھ سکیں گے۔

سونگڑہ میں مولانا محمد مطیع اللہ نازش صاحب کی تازہ ترین تصنیف ”کشکولِ اردو ادب“ کی رسمِ اجرا

گزشتہ ۳۰/جنوری ۲۰۲۲ء کو رابطۂ مدرسہ اسلامیہ سونگڑہ (اڈیشا) کے اجلاسِ عام میں مولانا محمد مطیع اللہ نازش صاحب کی تازہ تصنیف کی رسمِ اجرا مولانا محمد ارشد قاسمی صاحب (صدر جمعیۃ العلماء اڈیشا) کے مبارک ہاتھوں سے انجام پذیر ہوئی۔ ان کے ہمراہ مولانا محمد فاروق قاسمی صاحب (امیرِ شریعت اڈیشا اور صدر رابطۂ مدارس)، مفتی نقیب الامین قاسمی صاحب (جنرل سکریٹری جمعیۃ العلماء اڈیشا و نیز مہتمم جامعہ مرکز العلوم سونگڑہ) جیسی برگزیدہ شخصیتیں موجود تھیں۔

یہ کتاب انتقادِ ادبیات اور نثری منظومات کا مجموعہ ہے۔ آزادی کے بعد اڈیشا میں اردو شاعری کا جائزہ کے علاوہ بہت ہی اہم، مدلل اور مفصل نگارشات سے یہ کتاب آراستہ ہے۔ اس سے قبل مولانا کی دو کتابیں عکسِ بصیرت اور عکسِ تہذیب کے عنوان سے شائع ہو کر مقبول ہو چکی ہیں۔ ان کتابوں میں اسلامی عمرانیات، انتقادِ ادبیات، اردو ادب اور ہمارا معاشرہ جیسے اہم موضوعات پر بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے۔

بہر حال اس رسم اجرا میں اڈیشا کے مختلف مدارس سے علماء اور حفاظ کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی تھی۔ سبھوں نے اس کتاب کو بہت سراہا اور مقبولِ عام ہونے کی دعا دی۔

ریاست تلنگانہ ضلع عادل آباد کے معروف شاعر و ادیب شاخ انور کو صدمہ

موصولہ اطلاع کے مطابق شاخ انور کی دختر زلیخا سلطانہ عرف پروین گزشتہ ۲/جنوری کو داغِ مفارقت دے گئیں۔ وہ گردوں کے عارضہ میں مبتلا تھیں اور تقریباً ڈیڑھ سال سے حیدرآباد کے کیر ہسپتال میں ان کا علاج چل رہا تھا۔ مٹ پلی کے قبرستان میں ان کی تدفین ہوئی۔ نمازِ جنازہ جامع مسجد کے امام وخطیب نے ادا کی اور ان کی مغفرت کے لیے رقت انگیز دعا مانگی۔ پسماندگان میں ان کے شوہر کے علاوہ ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہیں۔ ادارہ ادبی محاذ شاخ انور صاحب کے اس غم میں برابر کا شریک ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور پسماندگاں کو صبرِ جمیل عطا کرے۔ ☆☆

TAWAKKAL ENTERPRISES

Poilce Lane, Buxi Bazar,
Cuttack-753001

Tel. : 0671-6548643
Mobile : 9238418643

Stockist of :
Hamdard, Zandu Pharmaceuticals, Dechane, New Shama Labs, Kalonji Oil, Noorani Oil, Qudrati Oil, Royal Ayurvedic Pharmacy Etc.

***Proprietor :* ABDUL AHAD**

Libas
Suit Specialist

Master
F.A. Khan
Ph. : 0671-2428418
Mob. : 9437143877

SUTAHAT
(NEAR TINKONIA BAGICHA
CUTTACK - 1

INDIAN GARMENTS

Dargha Bazar
Cuttack-753001

Mobile : 9778678227
9090502335

Deals in :
Paint, Shirt, T-Shirt, Trouser, Burmonda and Inner Wear

The famous shop for durable footwear in your city
BOMBAY FOOTWARE

BUXI BAZAR, CUTTACK-1
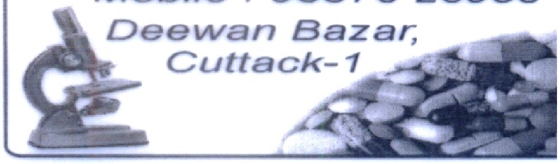
DWA GHAR
Blood, Urine, Stool, Pregnancy Etc. are examined here
*Prop. : **Sd. Sahid Ali***
Mobile : 93376 26958
Deewan Bazar, Cuttack-1